وتولیٰ عنہم وقال یا اسفیٰ علیٰ یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم

تعزیہ داری کی مخالفت کیوں؟

حضرت یعقوب نے انکی طرف سے منہ پھیر لیا اور رو کر کہنے لگے ہائے افسوس یوسف پر اور اسقدر روئے کہ انکی آنکھیں صدمے سے سفید ہوگئیں وہ تو بڑے رنج وضبط کرنیوالے تھے

تحریر
سید محمود الحسن رضوی

شائع کردہ
سید غلام عباس جعفری "لندن"
مجلس ملی
جامعہ امامیہ کراچی

ایک ضروری وضاحت

تعزیہ داری کے مخالفین نے یزید بن معاویہ بن ابو سفیان اور اسکے حامیوں کو کربلا میں آلِ رسولؐ کے قتلِ عام سے بری الذمہ قرار دینے کے لئے عام پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے کہ "امام حسینؑ کو شیعوں نے قتل کیا" جبکہ نواسہ رسولؐ امام حسینؑ کے قاتلوں کے متعلق شیعوں کا رویہ اور شعار یہ ہے کہ وہ قاتلان امام حسینؑ پر لعنت بھیجتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں۔

" **لعن الله امة قتلت الحسينؑ ولعن الله امة ظلمت الحسينؑ ولعن الله امة سمعت بذلک فرضيت به** (خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے حسینؑ کو قتل کیا اور خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے حسینؑ پر ظلم کیا اور خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے یہ خبر سنی اور اس سے راضی ہوا) لہٰذا جو حضرات شیعوں پر اس طرح طعنہ زن ہیں اور امام حسینؑ سے محبت کے دعویدار ہیں وہ بھی قاتلان امام حسینؑ سے اسی طرح اظہار بیزاری کیا کریں نیز یہ حضرات یہ دعوی بھی کرتے ہیں کہ وہ ناموس اہلبیت اطہارؑ، اصحابؓ رسولؐ اور امہات المومنینؓ کے محافظ ہیں اس لیئے امام حسنؑ کے قاتلوں کے ساتھ ان بزرگ شخصیتوں کے قاتلوں پر بھی اسی طرح لعنت کیا کریں کہ "خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے آلؑ واصحابؓ رسولؐ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کو قتل کیا اور خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے مدینہ النبیؐ کو تاراج کیا مسجد نبوی، قبر رسول اکرمؐ اور قبور شیخینؓ پر گھوڑے بندھوائے۔ صحابہؓ کو قتل کیا۔ مدینہ میں رہنے والی مخدرات عصمت کی بے حرمتی کی اور خانہ کعبہ کو جلایا، ڈھایا اور خدا لعنت کرے اس گروہ پر جس نے واقعہ کربلا تاراجی مدینہ اور انہدام کعبہ کی خبر سنی اور اس سے راضی ہوا"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعزیہ داری کی مخالفت کیوں؟

کربلا میں شہادت امام حسینؑ کی سالانہ یادگار مختلف مراسم کی صورت میں شیعہ سنی مسلمان مناتے ہیں جو ان کی حیات اجتماعی کی مظہر اور طاغوتیت' ملوکیت' فرعونیت' منافقت' بدی نیز اسلام کے ہمہ گیر اصولوں سے منحرف ہونے اور بغاوت کرنے والوں کے خلاف رسول اکرمؐ کے نواسے کی وہ لاثانی اور منفرد جنگ ہے جس میں بقول حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دھلوی امام حسینؑ کے توسط سے حضور اکرمؐ شہادت جہری کے رتبہ عالیہ پر فائض ہوئے۔ (سرا لشہادتین)۔ اور بقول مولانا حسرت موہانی امام حسینؑ تتمہ شرف مصطفےٰ قرار پائے۔ عام طور پر مسلمان ہر نماز میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھتے ہیں اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے بقائے اسلام کے لئے آل محمدؐ کی فقید المثال قربانیوں کی یاد نہ منائیں۔

محرم میں کوئی امام باڑہ سجاتا ہے اور مجلس و ماتم کا اہتمام کرتا ہے۔ تو کوئی تعزیہ بناتا ہے۔ کچھ لوگ کربلا کے پیاسوں کی یاد میں ٹھنڈے پانی اور شربت کی سبیلیں لگاتے ہیں۔ کچھ فقیر اور پیک بنتے ہیں کچھ ابن حسنؑ قاسم دولہ کی یاد میں مہندیاں بر آمد کرتے ہیں۔ کچھ سقائے حرم کی یاد میں سقائی کرتے نظر آتے ہیں۔ کوئی سبز کپڑوں میں ملبوس نظر آتا

ہے تو کوئی سیاہ میں۔ اپنے اپنے طور طریقوں اور روایات کے مطابق کچھ نذر و نیاز اور تبرک کا اہتمام کرتے ہیں اور کچھ لنگر تقسیم کرتے ہیں اور اکھاڑے سجاتے ہیں۔ کچھ روضہ امام حسینؑ کی تو کچھ ذوالجناح کی اور تابوت کی شبیہہ بناتے اور علم برآمد کرتے ہیں۔ اکثر ماتمی گروہ سینہ زنی کرتے نظر آتے ہیں اور ان میں سے کچھ خود کو زنجیروں اور تلواروں سے لہولہان کرلیتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو دہکتے انگاروں پر حسینؑ حسینؑ دولہ دولہ کہتے گذرتے ہیں اور ان کو کچل کر سرد کردیتے ہیں۔ مجلس عزاء میں تفسیر قرآن، حدیث اور تاریخ کے حوالوں سے اسلام کے درخشاں اصول اور فضائل اہل بیت اطہار اور واقعات کربلا بیان ہوتے ہیں اور عشرہ محرم میں ہر طرف سے حسینؑ حسینؑ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ اس طرح مسلمانوں میں حق گوئی۔ حق پسندی۔ حریت۔ غیرت و حمیت۔ فداکاری۔ ایمانداری اور وفاشعاری کا جذبہ ابھرتا ہے۔ وہ کربلا والوں کی یاد مناکر تجدید عہد کرتے ہیں کہ قتل ہونا گوارا کریں گے لیکن باطل کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے۔ لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہے کہ ادھر محرم کا مہینہ آیا ادھر تعزیہ داری کی مخالفت شروع ہوئی۔ ہینڈبل شائع ہورہے ہیں۔ پوسٹر لگائے جارہے ہیں۔ فتوے جاری ہو رہے ہیں۔ خطبوں میں زہر افشانی ہو رہی ہے مختصرا" یہ کہ مسلمانوں کے درمیان نفرتوں کے بیج بونا شروع ہوجاتے ہیں۔ رونا بدعت ہے۔ ماتم ناجائز ہے۔ تعزیہ پر نظر پڑجانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ "کربلا دو شہزادوں کی جنگ تھی" اس کے تذکرہ سے بغض صحابہ پیدا ہوتا ہے۔ مجلس عزا میں شرکت حرام ہے۔ وغیرہ وغیرہ! آخر ایسا کیوں؟ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں کون نہیں جانتا کہ نہ رونا بدعت ہے نہ تعزیہ داری، بت پرستی، تعزیہ داری پر معترضین خود صدہا ایسے کام کرتے ہیں جو حضور اکرمؐ کے دور میں نہیں ہوئے تھے۔ یہ اعتراض کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ غم میں رونا ایک فطری عمل ہے قرآن کریم میں بھی انبیاء کے رونے کا تذکرہ ہے اور احادیث میں بھی۔ صحابہ کرام بھی روئے امہات المومنین بھی۔ خود حضورؐ روئے اور رونے اور ماتم کی ترغیب

دی۔ جنگ احد میں کفار مکہ کے مدینہ منورہ پر حملے میں ابو سفیان کی قیادت اور خالد بن ولید کی رسالداری میں مسلمانوں کی ابتری اور اکثر مشہور اصحاب کی فراری کی نتیجہ میں حضورؐ سرکار مدینہ زخمی ہوئے اور حضرت حمزہؓ شہید۔ یزید کی دادی ھندہ نے عم رسولؐ کے اعضاء کاٹ کر گلے کا ہار بنایا اور محافظ رسولؐ اور حامی اسلام کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور شقی القلب عورت نے چبایا اور اس طرح جنگ بدر میں اپنے باپ، چچا اور بھائی کے قتل کا بدلہ لیا لیکن شاید اس کے انتقام کی آگ نہ بجھ سکی کہ یہ جذبہ انتقام پوتے تک منتقل ہوا جس نے حضرت حمزہؓ کے بھتیجوں کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو شہید کر کے اعلان کیا کہ آج میں نے بدر کا بدلہ چکا لیا۔ اس جنگ کے خاتمہ پر مدینہ میں انصار کے گھروں میں شہداء کا ماتم برپا تھا لیکن حضرت حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہ تھا۔ حضورؐ کو یہ دیکھ کر کافی صدمہ ہوا۔ یہ معلوم کر کے مستورات مدینہ جمع ہوئیں اور حضرت حمزہؓ کا ماتم برپا کیا۔ حضورؐ کو یک گونہ سکون نصیب ہوا۔ حضورؐ کی رحلت پر آپ کی چہیتی بیٹی نے ماتم بپا کیا اور حضرت علیؑ روتے روتے بے ہوش ہو گئے (ابن خلدون ج۱ ص ۲۱۲)۔ امہات المومنین اور اصحاب کبار روئے اور مرثیے کہے گئے۔

مذہبی نقطہ نظر سے رونے اور ماتم کے جواز سے قطع نظر ان معترضین تعزیہ داری کا جب حادثاتی موت سے بھی کوئی مر جاتا ہے تو پھوٹ پھوٹ کر روتے نظر آتے ہیں اور مرنے والے کی سالانہ یادگار بھی مناتے ہیں۔ اپنے مرنے والوں کی سالانہ یادگار کے لئے جلسے منعقد کرتے ہیں اخبارات میں مضامین شائع کراتے ہیں لیکن معترض ہوتے ہیں تو سبط رسول الثقلینؐ کی یادگار پر۔ اسی طرح سب جانتے ہیں کہ تعزیہ داری بت پرستی نہیں۔ تعزیہ یا تابوت کو کوئی خدا نہیں سمجھتا نہ ان کی پرستش کرتا ہے۔ تعزیہ دار اچھے اور با عمل موحد ہیں۔ معترضین، تعزیہ داروں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے ہیں اور حج کرتے بھی لیکن اس کے باوجود اپنے مذموم پروپگنڈہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں کہ تعزیہ داری بت پرستی ہے۔ یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ نسبت بت پرستی نہیں ورنہ اس طرح تو

خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے والے کروڑوں مسلمان بت پرست قرار پائیں گے۔ نہ تعزیہ کا احترام کرنے والے بت پرست ہیں نہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے والے اور نہ حجر اسود کو چومنے والے اور نہ خانہ کعبہ اور روضۂ نبوی کی تصاویر اپنے گھروں میں لگانے والے۔ یہ سب کچھ تو احتراماً کیا جاتا ہے کوئی بھی مشرک نہیں۔ یہ معترضین تعزیہ داری اپنے جلوسوں میں شبیہیں بھی بناتے ہیں، کہیں خانہ کعبہ کی تو کہیں روضۂ رسولؐ کی تو کہیں بیت المقدس کی۔ ان مقامات کی تصویریں گھروں میں سجاتے اور جلوسوں میں اٹھا کر چلتے ہیں۔ یہ سب کچھ بت پرستی نہیں۔ ان کی نظر میں بت پرستی ہے تو نواسہ رسولؐ کے روضہ کی شبیہہ تعزیہ۔ انہیں اپنے اپنے رنگ برنگے جھنڈے بڑے عزیز ہیں لیکن بغض ہے تو کربلا کے علمدار کی شبیہہ علم سے جسے میدان کربلا میں حضرت عباسؓ نے اس شان اور انداز سے بلند کیا کہ آج تک اسلام سربلند ہے۔ مخالفین عزاداری اپنے سیاسی جلسوں اور جلوسوں میں جو انداز اختیار کرتے ہیں وہ سبھی دیکھتے ہیں یہ تو زندہ ملکی اور غیر ملکی قائدین کی تصویریں تک اٹھائے پھرتے ہیں۔ معترضین خوب سمجھتے ہیں کہ تعزیہ علم یا تابوت کو دیکھنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا کیوں کہ ہر سال ان کا وعظ سننے والے لاکھوں مرد اور عورتیں ان شبیہوں کی زیارت کرتے ہیں لیکن آج تک نہیں سنا کہ کسی خاندان میں میاں بیوی میں جدائی عمل میں آئی ہو یا اس بنیاد پر طلاق کا کوئی دعویٰ دائر ہوا ہو یا حلالہ ہوا ہو۔ اگر شیعہ دشمنی میں تعزیہ داری کی مخالفت ہوتی تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں تعزیہ داری کی اکثر رسومات شیعوں نے نہیں بلکہ صوفیاء کرام نے جاری کیں۔ اور یہ کہ محرم کی یادگار رسومات کفرستان ہند میں تبلیغ اسلام میں ممد معاون اور غلبہ اسلام کا مظہر ثابت ہوئیں شاید اسی لیے بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے بھی ایک موقع پر تعزیہ داری کی حمایت کی (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۴۲۹) یہ معترضین اپنے قائدین کی رحلت، غم اور احتجاج کے مواقع پر عزاداروں کے مماثل طرز عمل اختیار کر لیتے ہیں۔ بازوؤں پر سیاہ پٹی باندھ لیتے ہیں لیکن غم حسینؑ میں سیاہ پوشی

کی آنکھوں میں کھٹکتی ہے۔ معترضین یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ تعزیہ داری سے انکا کوئی نقصان بھی نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے اکثر تاجر پیشہ اور کاریگر حضرات کا فائدہ بھی ہوجاتا ہے۔. تعزیہ بنانے والے اکھاڑے سجانے والے۔ لنگر لٹانے والے۔ حلیم پکا کے زولانے والے اپنا خرچ کرتے ہیں۔ شب و روز جاگ کر خود تکلیف اٹھاتے ہیں انہیں مجبور نہیں کرتے۔ ماتم کرنے والے اپنا سینہ چاک کرتے ہیں انہیں تکلیف نہیں پہنچاتے لیکن اس کے باوجود تعزیہ داری کی سخت مخالفت اور یہ مطالبہ کہ تعزیہ داری بند ہونی ہے۔ جلوس عزا یہاں سے نہ گذرے۔ اس جگہ مجلس عزا کیوں ہو رہی ہے۔ پڑوسیوں اکثراس قانونی حق سے بھی محروم کردیا جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندر شہادت عظمیٰ کی دمنا سکیں ان کی زیر انتظام مسجد کے سامنے سے ہر قسم کے جلوس 'برات' حتیٰ کہ گندگی کی گاڑیاں بھی گذر جائیں لیکن اعتراض ہوگا تو رسول کے نواسے کے یادگار تعزیہ و علم کے جلوس پر۔

کیا کربلا دو شہزادوں کی جنگ تھی؟

تعزیہ داری کے مخالفین کے اس روایتی جملے "کربلا دو شہزادوں کی جنگ تھی" سے ان کے مافی الضمیر کا پتہ اور کربلا سے لاتعلقی کا اظہار ہی نہیں ہوتا بلکہ یزید سے محبت اور حضورؐ کی شان میں گستاخی کا بھی ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ اس جملے کی ادائیگی سے مخالفین عزاداری محض کربلا کی اہمیت ہی کو نظرانداز نہیں کرتے بلکہ اس طرح وہ محمدؐ عربی کے کلمہ گو ہونے کے باوجود بڑی بے باکی سے معاذ اللہ سرکار دو عالمؐ کی عظمت کو گھٹا کرابو سفیان س کی آل اور ذریت کو رسالتمابؐ ان کی آل اور ذریت کے برابر قرار دیدیتے ہیں۔ غور مقام ہے۔ کیا یہ جملہ حضورؐ کی شان میں گستاخی نہیں؟ کیا یہ رسول اکرمؐ کی ہتک نہیں کہ آپ کے اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کے نواسے امام حسینؑ کو ابوسفیان اور ھندہ جگر خوارہ کے پوتے یزید کے برابر اور رحمت عالم کو خاکم بدہن طلقاء مکہ کے سرخیل

ابوسفیان کے برابر قرار دیتے ہیں۔ اس جملے سے تعزیہ داری کی مخالفت کی نشاندہی اور وضاحت بھی ہوجاتی ہے کہ یہ معترضین دراصل ابوسفیان اور آل ابوسفیان کےمداح ہیں اور انہیں خاتم النبیینؐ سے کم اہمیت نہیں دیتے اور اسی لیے ان پر تنقید گوارا نہیں۔ حضورؐ کو معصوم ماننے میں تو تردد ہے لیکن ابوسفیان اور آل ابوسفیان کی برائے نام صحابیت کا سارا نیکران پر تنقید برداشت نہیں جیسے کہ انہیں عصمت کے رتبہ پر فائض سمجھتے ہیں حضورؐ اور ان کی آل سے تو محض نماز میں درود پڑھنے تک تعلق ہے اور اسی لیئے کربلا کے واقعہ کی یاد منانے کی مخالفت ہے کیوں کہ واقعہ کربلاکے تذکرہ سے ہر سال ان کی صدیوں سے جاری تاریخ میں ملمع سازی پر پانی پھر جاتا ہے۔ ملوکیت کے زیر سایہ مذہبی ترقی و ترویج کے مقلد کیسے برداشت کرلیں کہ ان کے ممدوحیں یعنی آل ابوسفیان سے متعلق حالات و واقعات کا مسلمانوں کو علم ہوتا رہے۔ اسی لیئے عامتہ المسلمیں کی صحابہ کبار سے عقیدت اور احترام کے پیش نظریہ کہنا شروع کیا کہ تعزیہ داری سے بغض صحابہ پیدا ہوتا ہے۔ تذکرہ کربلا میں صحابہ پر تنقید ہوتی ہے جب کہ سب صحابہ ایک جیسے' عادل' ستاروں کی مانند اور واجب الاحترام ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاجاؤ گے۔ صحابہ کبار جنہوں نے حضورؐ کے بعد بھی سرکار دو عالمؐ کے اصولوں کی پیروی کی اور ان کا دامن عصمت نہ چھوڑا معززو محترم اور مسلمانوں کے لیے لائق تقلید ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث اور تاریخ سے واقف حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ صحابی کی حیثیت سے شہرت پانے والا ہر شخص صحابیت کے اعلیٰ اور ارفع معیار پر پورا نہیں اتر سکتا ہر صحابی "الصحابہ کلہم عدول" کے زمرہ میں کس طرح آسکتا ہے جب کہ ہروہ شخص صحابی کہلائے جس نے جناب رسالتمابؐ کا ایک سرسری ہی سی دیدار کرلیا ہو یا دور سے جھلک دیکھ لی ہو یعنی بظاہر صحابی کے لئے ہوش و حواس' سن و شعور' ایمان و ایقان کردار عمر وغیرہ کی کوئی شرط نہیں آپ کے وصال سے ذرا قبل پیدا ہونے والا بچہ بھی جو مدینہ کی حدود میں مسلم گھرانے میں پیدا ہوا بڑا ہوکر خواہ وہ کیسا ہی ہو نیز قبائل عرب کے وہ تمام افراد

جنہوں نے حضورؐ کی زندگی میں اسلام قبول کرلیا اور حضورؐ کی زیارت کی خواہ بعد رسولؐ ان کے اعمال کیسے بھی ہوں صحابی ہوئے اور وہ سب ایک جیسے' عادل اور واجب الاحترام ان کی ناموس کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اس پیانہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا صاحبان علم اندازہ لگاسکتے ہیں کہ وصال رسول مقبولؐ کے بعد جن لاتعداد اصحاب نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا یا مسلمانوں کی وہ اکثریت جو حضرت ابوبکرؓ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی جن کا شمار مرتدین اور مانعین زکاۃ میں کیا جاتا ہے ان میں اصحاب رسولؐ کی تعداد کتنی ہوگی۔ بقول سواد اعظم کے امام المورخین ابن خلدون حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دوران "یہ نوبت پہنچ گئی کہ ادھر سوائے قبیلہ قریش و ثقیف کے کل قبائل عرب عام طور سے کل یا بعض مرتد ہوگئے تھے" (تاریخ ابن خلدون جلد اول ص ۲۲۵ نفیس اکیڈمی کراچی) ابن خلدون نے ان تمام علاقوں اور قبائل کے نام بھی تحریر کئے ہیں جو مرتد ہوگئے۔ مثلاً چند علاقے یمن' بحرین' صنعا' نجران' عمان' بطاح وغیرہ اور قبائیل میں بنی غطفان' بنی ذار' بنی سلیم' بنی خثعم' بنی تغلب اور دیگر لاتعداد علاقے اور قبائیل۔ اس طرح حضورؐ کے دور کے مسلمانوں اور صحابہ کی غالب ترین اکثریت مرتدین میں شمار ہوئی کیوں کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔ ان مرتدین میں اکثر قبائیل دارالخلافہ پر حملہ آور بھی ہوئے۔ کیا رائے ہے علماء کی اس ضمن میں کہ ان کی نظر میں خلیفہ وقت کے کثرت سے خلاف ہو جانے والے مرتدین میں کتنے اصحاب رسولؐ ہوں گے جن کو بلا تکلف مرتد کہہ دیا جاتا ہے اس لئے لائق گردن زدنی بھی۔ لیکن ان کے علاوہ کیسے بھی کردار کا مظاہرہ کیا ہو ہر شخص لائق احترام۔ اور اس اصول کے تحت چوتھے خلیفہ راشد کی مخالفت میں پیش پیش اور ان سے جنگ کرنے والوں کے متعلق کیا رائے ہوگی؟ اس کے علاوہ کیا فیصلہ ہوگا علماء کرام کا حضرت ابوسفیان کے متعلق کہ موصوف نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے اس طرح اختلاف کیا "مدینہ میں ایک عجیب شورش دیکھتا ہوں' جس کو سوائے کشت و خون کے اور کوئی چیز نہیں فرو کرسکتی' اے آل عبد مناف

ابو بکرؓ تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے......... یہ عجیب بات ہے کہ حکومت و سلطنت قریش کے نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلہ میں چلی جائے"۔ (ابن خلدون جلد اول ۲۲۱) لیکن اس عظیم مخالفت کے باوجود حضرت ابو سفیان سے باز پرس نہیں ہوتی بلکہ انہیں صحابی کا مرتبہ دیا جاتا ہے جب کہ اس کے ذہن میں تصور حکومت و سلطنت تھا البتہ یہ سیاست کی کرشمہ سازی ہے کہ طلقاء مکہ کے سرخیل سے اس مخالفت کے باوجود قانون ضرورت کے تحت مصالحت ہو جاتی ہے اور خلافت اول و دوم میں اس کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے شام کے گورنر مقرر ہوتے ہیں اور ایک خلیفہ وقت کا کاتب (سکریٹری) مقتول بدر کے بیٹے حضرت خالد بن ولید سالار اعظم۔ دشمن رسولؐ مقتول بدر ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بن ابو جہل سالار اور مقتول بدر عاص کا بیٹا عمر بن عاص اہم عہدوں پر فائض مرتدین و مانعین زکاۃ کی سرکوبی کرتے نظر آتے ہیں۔ یعنی یہ سب امت کے سرخیل اور سابقین و اولین یعنی مکہ میں بنی ہاشم اور مدینہ میں آل عبدالمطلب اور انصار مدینہ جنہوں نے اسلام کو سربلند کرنے کے لئے جانیں لڑا دیں تھیں اور جن کی قربانیوں ہی سے دین کو فروغ نصیب ہوا تھا پیچھے ہٹا دیئے گئے۔

صحابی رسولؐ مالک بن نویرہ کا قتل

خلافت اول کے ابتدائی دور میں ہی صحابی رسولؐ مالک بن نویرہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس قتل کا ذمہ دار حضرت خالد بن ولید کو قرار دیا گیا۔ قتل ہونے سے قبل مالک بن نویرہ نے اذان کہی اور نماز پڑھی تھی۔ حضرت ابو قتادہؓ صحابی نے جو حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ تھے، موصوف سے اس اقدام کے خلاف احتجاج بھی کیا تھا۔ اس واقعہ سے متعلق اور بھی روح فرسا روایات بیان کی جاتی ہیں جن کا تذکرہ مناسب نہیں منجملہ ان کے یہ کہ صحابی رسولؐ مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھیوں کے کٹے ہوئے سروں پر دیگیں رکھ کر کھانا پکایا گیا۔ حضرت ابو قتادہؓ نے آکر حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی جنہوں نے

حضرت خالد بن ولید کو مدینہ طلب کیا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس مقدمہ میں حضرت ابوبکرؓ سے حضرت خالد بن ولید سے قصاص لینے اور معزول کرنے کا مطالبہ کیا مگر حضرت ابوبکرؓ نے معاف کردیا لیکن جب حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو موصوف کا سب سے پہلا فرمان حضرت خالد بن ولید کی معزولی کا تھا (ابن خلدون و تاریخ طبری وغیرہ) اس قضیہ میں پانچ مقتدر صحابیوں کا اپنا کردار ہے حضرت مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھی مقتول ہیں۔ حضرت قتادہ نے حضرت خالد بن ولید کے اقدام سے شدید اختلاف کیا اور مدینہ آکر حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کہلائے جاتے ہیں خلافت اول کے سپہ سالار اور فاتح شام ہیں موصوف کو حضرت عمرؓ نے جن کا لقب فاروق ہے قاتل تسلیم کیا قصاص اور معزولی کا فیصلہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے جن کا لقب صدیق اکبر ہے حضرت خالد بن ولید کو معاف کردیا لیکن حضرت عمرؓ نے برسر اقتدار آتے ہی معزول کردیا۔ اس معاملہ میں تمام صحابہ کو ایک جیسا عادل سمجھنے والے اور ناموس صحابہ کی حفاظت کے دعویداروں کی ان پانچ اصحاب کبار کے متعلق کیا رائے ہوگی؟ مولانا مودودی کی رائے ہے کہ "دین کا مطالبہ نہیں کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے" (خلافت و ملوکیت ص۱۱۶) عام طور سے علماء ایسے موقعوں کے لئے اجتہادی غلطی کی اصطلاح استعمال کرکے فیصلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں بہرحال اس معاملہ میں ایک عام مسلمان کی تشفی کیسے ممکن ہے وہ یہ جاننا ضرور چاہے گا کہ علماء ان پانچ صحابیوں کے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہیں اجتہادی غلطی کہہ کر اس اہم معاملہ کو ٹالا نہیں جاسکتا کیوں کہ صحابہ کو نمونہ عمل بتایا جاتا ہے۔

صحابی رسولؐ حضرت حجر بن عدیؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کا قتل

اصحاب کے دور کے اس قسم کے لاتعداد واقعات ہیں ایک اور اہم واقعہ ہے کہ

مشہور صحابی رسولؐ حضرت حجر بن عدیؓ معہ ان کے سات ساتھیوں کے خلیفہ وقت حضرت معاویہ بن ابوسفیان کے حکم سے قتل ہوئے۔ ایک اور حضرت عبدالرحمٰن بن حسانؓ کو زندہ دفن کردیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے جو صدیقہ کے لقب سے مشہور ہیں حضرت معاویہ کو اس اقدام سے روکنے کی بھی بہت کوشش کی لیکن ایسا نہ ہوسکا موصوفہ نے اس قتل کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ نیز "عابد قریش" حضرت محمد ابن ابوبکرؓ کو قتل کرکے مردہ گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا (خلافت و ملوکیت ص ۱۶۴، ص ۱۷۸) ان روح فرسا واقعات پر ام المومنین حضرت عائشہ نے اظہار ناراضگی کیا تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان کے عہد خلافت میں ہی اُن کے مدینہ کے گورنر اور مرگ یزید کے بعد خلیفہ اور صحابی کہلائے جانے والے مروان بن الحکم نے ام المومنین حضرت عائشہ کو دردناک اور بھیانک انداز سے قتل کردیا۔ مورخین نے مختلف انداز سے اس اندوہناک قتل کا تذکرہ کیا ہے لیکن ہم تاریخ ابن خلدون سے واقعہ کو نقل کرتے ہیں (تاریخ ابن خلدون خلافت معاویہ و آل مروان حصہ دوم ص ۶۶) "۵۸ ہجری ام المومنین عائشہؓ کو مروان اور اس کے خاندان والوں (بنو امیہ) نے شہید کیا تھا اس وجہ سے کہ اِن کی مخالفت کرتی تھیں۔ اس نے دعوت کے بہانے سے اپنے گھر بلایا اور پہلے ایک گڑھا عمیق کھدوا کر نیزے، تلواریں، چھریاں وغیرہ رکھ دیں تھیں اوپر سے ایک فرش بچھا دیا تھا۔ ام المومنین جب تشریف لائیں تو ان کو وہیں بٹھلایا۔ بیٹھنا تھا کہ نیچے گر پڑیں۔ معمر اور کمزور تھیں ایسی چوٹ آئی کہ جانبر نہ ہوئیں، رسول اکرمؐ کی محبوب ترین ازواج سے ہیں، آپ پیار سے ان کو حمیرا فرمایا کرتے تھے۔" ان واقعات میں اول مقتول ایک مقتدر صحابی اور ایسے راست باز صحابی کہ حضرت عائشہؓ جو صدیقہ کہلائی جاتی ہیں وہ ان کو قتل نہ کرنے کی سفارش کررہی ہیں کہ موصوف کو قتل نہ کیا جائے کیوں کہ ان پر کوئی الزام ثابت نہیں۔ قتل کے ذمہ دار حاکم وقت بنو امیہ کے خلیفہ اول جو کاتب وحی کہلائے جاتے ہیں۔ دوسرے مقتول حضرت عائشہؓ کے بھائی اور حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے ہیں اور انتہا یہ کہ مقتولہ خود ام المومنین

حضرت عائشہؓ خلیفہ اول کی چہیتی بیٹی اور زوجہ رسول مقبولؐ جن کے ظاہرہ قاتل کا شمار نہ صرف یہ کہ صحابہ میں ہوتا ہے بلکہ حضرت عثمانؓ کے ابن عم اور چیف سیکرٹری حضرت معاویہ کے گورنر اور آئندہ مسلمانوں کے خلیفہ۔ اس صورت میں سب اصحاب کو برابر اور عادل سمجھانے اور بتانے والے اور ناموس صحابہ کی حفاظت کے دعویدار علماء کی ان مقتولیں اور ان کے قاتلوں کے متعلق کیا رائے ہوگی؟ ان واقعات میں حامیان بنو امیہ شاید یہ کہہ کر گلو خلاصی چاہیں کہ اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت حجرؓ اور حضرت محمد بن ابوبکرؓ مداح حضرت علیؑ تھے اس لیے شہید ہوئے لیکن حضرت عائشہ تو جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے برسرپیکار ہوئیں تھیں ان کے ساتھ یہ ظلم کیوں روا رکھا گیا ان کا تو جنگ بدر سے بھی کوئی ربط و تعلق نہ تھا سوائے اس کے کہ رسول اکرمؐ کی زوجہ تھیں۔ اس واقعہ کا حیرت ناک اور دردناک پہلو یہ کہ حضورؐ کی محبوب ترین ازواج میں شمار ہونے والی شخصیت جس سے لاتعداد احادیث مروی ہوں اس بھیانک طریقہ سے قتل ہو جائیں اور حکمران اس واقعہ کو اس طرح دبادیں کہ مورخین بھی دبے لفظوں میں اس کا تذکرہ کریں اور پھر یہ کہ کوئی داد نہ فریاد نہ مقدمہ قائم ہوا نہ کسی کو سزا ملی۔ خلیفہ وقت حضرت معاویہ نے اپنے گورنر کو سزا دینا تو درکنار باز پرس بھی نہ کی حضرت خالد بن ولید کے قصہ میں تو حضرت عمرؓ نے سزا تجویز کی یہ بات علیحدہ ہے کہ انہیں معاف کردیا گیا لیکن اس واقعہ کو تو کسی نے اہمیت ہی نہ دی۔ آج کتنے مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو علقاء مکہ کی اہم فرد نے کس بے دردی سے قتل کردیا یہ ابن خلدون کا حوصلہ تھا کہ اس نے بنو امیہ کے دور خلافت اول کے اس انتہائے گستاخی رسولؐ کے واقعہ کا تذکرہ کردیا ورنہ عام طور سے یہی بتایا جاتا ہے کہ زوجہ رسولؐ کی طبعی موت واقع ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ قارئین اندازہ لگائیں رسولؐ دشمنی کے اس واقعہ کو کس طرح چھپایا گیا۔ کربلا میں آل رسولؐ کے ساتھ مظالم اور شہادت امام حسینؑ کو بھی اسی طرح سے چھپا دیا جاتا اگر ثانی زہراؑ ماں کی طرح دربار خلافت میں حوصلہ مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ نہ

کہتیں۔ “کہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ وہ خاصان خدا جنہیں اس نے عزو شرف دیکر سرفراز فرمایا' وہی' فتح مکہ کے دن ہمارے آزاد کردہ اور شیطان صفت گروہ کے ہاتھوں قتل ہوں” اس کے بعد اگر ہر دور استبداد میں محبان محمدؐ و آل محمدؐ اپنی جانوں پر کھیل کر اس واقعہ کی یاد تازہ نہ رکھتے تو شاید واقعہ کربلا بھی مسلمانوں کی یادوں سے محو ہوگیا ہوتا اور اسی لئے امویت اور ابوسفیانیت کے مداح اس خاندان کے خلفاء اور طلقاء مکہ کو اپنا اکابر تسلیم کرنے والے نہیں چاہتے کہ محرم کی یاد تازہ رہے اور ان کے اکابر کے کارنامے تمام مسلمانوں کے علم میں آئیں۔ اور یہی خاص وجہ ہے تعزیہ داری کی مخالفت کی۔ ان تاریخی حقائق سے قطع نظر سب صحابہ کو برابر' عادل' اور لائق احترام سمجھنے اور منوانے والے نہ ماننے والوں کو کافر کہنے والے کلام پاک کی مشہور سورۃ بقرہ کی آیت ۸ تا ۱۵ کا کیا ترجمہ اور تفسیر کریں گے جس میں اللہ عزوجل یوم آخر پر ایمان لانے والوں میں سے کچھ کو دھوکہ دینے والے اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے دردناک عذاب کی بشارت دے رہا ہے اور سورۃ منافقون کی آیات ا اور ۲ واضح طور پر اعلان کر رہی ہیں کہ حضورؐ سے قربت رکھنے والے اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے والے منافق بھی تھے۔ نیز صحیح بخاری شریف کی کتاب العلم باب ۳۸ میں دی ہوئی احادیث سے بھی ظاہر ہے کہ حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ میرے متعلق جھوٹ مت بولو اور ان جھوٹوں کو جہنم کی بشارت دی۔ اب یہ کون بتائے اور کیسے جانیں کہ حضورؐ کی صحبت میں بیٹھنے والے کون کون منافق اور کون کون جھوٹے تھے۔ یہ وہ علماء کرام ہی بتائیں جو سب صحابہ کو عادل اور سچا جانتے ہیں ورنہ قرآن کریم احادیث رسولؐ اور واقعات سے تو یہ ثابت ہے کہ حضورؐ کی صحبت میں بیٹھنے والوں میں منافق بھی تھے اور جھوٹے بھی۔ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اس لیے سب عادل ہو نہیں سکتے۔ اس سب کے باوجود پاکستان کے کچھ علماء کی ضد ہے کہ بلا استثناء تمام صحابہ کو برابر ایک جیسا اور عادل سمجھا جائے تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ خاکم بدھن قرآن کریم تمام تفسیروں۔ حدیثوں کی کتابوں تاریخوں اور واقعات کے دیگر ماخذ دریا برد کردئے جائیں

لیکن اس سے بھی انکا مقصد پورا نہ ہو سکے گا کیوں کہ یہ کتابیں صرف پاکستان ہی میں تو نہیں دیگر ممالک میں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ عقل سلیم کیسے تسلیم کر سکتی ہے کہ سب صحابہ ایک جیسے اور عادل تھے جب کہ دو انسان ایک جیسے نہیں ہوسکتے۔ کروڑوں انسانوں میں آج تک دو افراد کا انگوٹھا نشانی تو ایک جیسا مل نہ سکا صحابہ ایک جیسے اور عادل کیسے ہوسکتے ہیں۔ شیعوں سے قطع نظر مذہب اور تاریخ سے ذرا سی شد بد رکھنے والا کوئی سنی مسلمان یہ کیسے تسلیم کر سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جو صدیق اکبر کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ جن کا شمار ابتدائی دور کے حامیان رسولؐ میں ہوتا ہے وہ طلقاء مکہ کے سرخیل حضرت ابوسفیان کے ہم مرتبہ اور برابر ہیں۔ کیا حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ جو صدیقہ کے لقب سے جانی جاتی ہیں حضرت معاویہ کی ماں اور حضرت ابوسفیان کی بیوی ھندہ جگر خوارہ کے برابر ہو سکتی ہیں؟ حضرت عمر بن الخطابؓ کو جنہیں فاروق اعظم کہا جاتا ہے حضرت عمر بن العاص کے مماثل قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا حضرت معاویہ بن ابوسفیان اور حضرت مروان بن الحکم کو ان کے عم زاد حضرت عثمانؓ جیسے صحابیوں میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا کوئی سنی مسلمان یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کو حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا رتبہ دے سکتا ہے؟ کیا وحشی قاتل حضرت حمزہؓ کو موذن رسولؐ حضرت بلالؓ حبشی کے برابر سمجھا جاسکتا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کسی کو آزادی رائے میں کیا دخل پھر سب صحابی ایک جیسے۔ ستاروں کی مانند اور عادل۔ قاتل و مقتول سب برابر دوست و دشمن سب ایک جیسے۔ متقی و پرہیزگار اور اخلاقی کمزوریوں کے حامل ہم مرتبہ یہ عجیب منطق ہے کہ جھوٹا سچا ظالم و مظلوم سب ہم پلہ اور اگر یہ تسلیم نہ کرو تو کافر کہلاؤ

خلیفہ راشد اور صحابی رسولؐ پر سب و شتم کا آغاز

چونکہ شیعہ برادران اہلسنت کے مقابلہ میں نسبتاً تعزیہ داری میں زیادہ انہماک اور

جوش کا مظاہرہ کرتے ہیں لہٰذا مخالفین تعزیہ داری کے ہدف بھی شیعہ ہیں۔ ان کے خلاف پروپگنڈہ میں ایک الزام یہ بھی ہے کہ شیعہ صحابہ پر تنقید کرتے ہیں برا کہتے ہیں اور گالیاں بھی دیتے ہیں نیز یہ کہ ان کا قرآن علیحدہ ہے اور یہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ان مفروضات کے تحت شیعوں کے خلاف کفر کے فتوے جاری ہوتے رہے ہیں۔ پشاور سے کراچی تک درودیوار بھی کالی کی گئیں حتیٰ کہ کتابیں شائع ہوئیں صدہا علماء کے تصدیق شدہ فتووں کی تشہیر کی گئی جن میں پاکستان کی ایک فرقہ ورانہ جماعت کے سربراہ اور ایوان بالا کے دو اراکین جنہوں نے اپنے مسلک کی بالادستی کیلئے سینٹ میں شریعت بل پیش کرکے منظور کرالیا تھا ان کے تصدیق شدہ فتوے بھی شائع ہوئے کہ شیعہ کافر ہیں (ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ کراچی شیعہ نمبر فروری ۱۹۸۸ء) حیرت کہ اصحاب کبار کو برا کہنے کو بنیاد بنا کر شیعوں کے خلاف کفر کے فتوے وہ حضرات جاری کر رہے ہیں جو حضرت معاویہ بن ابوسفیان کو بڑی اہمیت دیتے ہیں قابل احترام سمجھتے ہیں اور ان کے کردار کو لائق تاسی جانتے ہیں۔ جب کہ اس رسم جسکا الزام شیعوں پر عائد کیا جاتا ہے یعنی اصحاب کبار کو گالیاں دینے کی بدعت کے موجد خود ان فتویٰ بازوں کے ممدوح حضرت معاویہ ہیں نہ کہ شیعہ جیسا کہ مولانا مودودی نے مستند حوالوں سے تحریر کیا کہ "ایک اور مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر صحابی رسولؐ اور خلیفۃ الرسولؐ پر سب و شتم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر عین روضہ رسولؐ کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں" (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۴) یہ سلسلہ سوائے دور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تمام خلفاء بنی امیہ کے زمانہ میں جاری رہا۔ کیا یہ فتویٰ باز اپنے اس اصول اور استدلال کی بنیاد پر کہ جو صحابہ کو برا کہے وہ کافر ہے اپنے خلفاء بنی امیہ کے خلاف بھی کفر کا فتویٰ دینے کی اخلاقی جرآت کا مظاہرہ کرسکتے ہیں اور اگر حضرت معاویہ' بنی امیہ کے دیگر خلفاء ان کے گورنر اور حواری حضورؐ کے محبوب ترین عزیز عظیم صحابی اور خلیفہ راشد پر

برسر منبر مسجد نبوی میں گالیاں دینے والے مقتدر صحابی٬ مسلمانوں کے خلیفہ اور لائق تعظیم صحابی اور مسلمان ہو سکتے ہیں تو شیعہ جو لائق تعلیم صحابہ کبار کو نہ گالیاں دیتے ہیں اور نہ برا کہتے ہیں کافر کیوں؟ ایسی صورت میں خلفاء راشدین پر تنقید پر پابندی لگانے کا کیا جواز ہے؟ اور عام صحابہ پر تنقید رکوانے کا مطالبہ کیوں؟ تنقید کرنے والوں کے خلاف فتوے بازی کیا معنی؟ خاص طور پر جب کہ مولانا مودودی جیسی مذہبی شخصیت کا نظریہ ہو کہ "اصحاب کبار کے غلط کاموں کو غلط کہا جاسکتا ہے" (خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶)۔ یہ عجیب منطق اور اکثریتی دھونس ہے کہ اگر شیعہ صحابہ پر تنقید کریں تو کافر ناموس صحابہ متاثر ہوتی ہے اور حضرت حسن بصریؒ یہ فرمائیں کہ "حضرت معاویہ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ ایک ان کا اس امت پر تلوار سونت لینا اور مشورہ کے بغیر حکومت پر قبضہ کرلینا٬ درآنحالیکہ امت میں بقایائے صحابہ موجود تھے۔ دوسرے ان کا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا حالانکہ وہ شرابی اور نشہ باز تھا٬ ریشم پہنتا اور طنبورہ بجاتا تھا۔ تیسرا ان کا زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کرنا٬ حالانکہ رسول اکرمؐ کا صاف حکم موجود تھا کہ اولاد اس کی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہو٬ اور زانی کے لیے کنکر پتھر۔ چوتھے ان کا حجرؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروینا" (ابن الاثیر ج ۳ ص ۲۴۲۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۳۰ ماخوذ از خلافت و ملوکیت ص ۱۶۵) تو حضرت معاویہ لائق تقلید۔ شیعہ اگر اصحاب سے متعلق تاریخی حقائق پر گفتگو کریں تو مورد عتاب اور اگر مولانا مودودی یہ تحریر کریں اور وہ بھی حضرت عمرؓ کی روایت کہ "اگر میں ان (حضرت عثمانؓ) کو اپنا جانشین تجویز کردوں تو وہ بنی ابی معیط (بنی امیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کردیں گے اور وہ لوگوں میں اللہ کی نافرمانیاں کریں گے۔ خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمانؓ یہی کریں گے اور اگر عثمانؓ نے یہ کیا تو لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام شورش برپا کرکے عثمانؓ کو قتل کردیں گے" (ابن عبدالبر الاستیعاب ج ۲ ص ۴۶۷) تو جائز "بعض لوگ اس جگہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا

حضرت عمرؓ کو الہام ہوا تھا۔ جنہوں نے قسم کھا کر وہ بات کہی جو بعد میں جوں کی توں پیش آگئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک صاحب بصیرت آدمی بسا اوقات حالات کو دیکھ کر جب منطقی طریقہ سے ترتیب دیتا ہے تو اسے آئندہ رونما ہونے والے نتائج دو اور دو چار کی طرح نظر آنے لگتے ہیں........ حضرت عمرؓ یہ جانتے تھے کہ عرب میں قبائلی عصبیت کے جراثیم کتنے گہرے اترے ہوئے ہیں" (خلافت و ملوکیت ص۹۸) اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ورنہ تفصیل سے تحریر کیا جاتا کہ ان جملوں سے ہی بنو امیہ کی کارگذاریوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مولانا مودودی کی تحریر سے اس اموی انداز کا پتہ چلتا ہے کہ جس کی نشان دہی حضرت عمرؓ نے کی "جب عثمان جانشین ہوئے تو انہوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایتیں کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں "مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کا مال غنیمت کا پورا خمس ۵ لاکھ دینار مروان کو بخش دیا ابن الاثیر نے اپنی تحقیق میں اس روایت کو درست قرار دیا" (خلافت و ملوکیت ص۱۰۶) یہ تھی شان ایک خلیفہ راشد کی۔ ہم اگر تنقید کریں گے تو شکایت ہوگی۔

جہاں تک تحریف قرآن کے لچر اتہام کا تعلق ہے تو یہ الزام لگانے والے آج تک تو تلاش بسیار کے باوجود کوئی مختلف قرآن دکھا نہ سکے ان فتویٰ بازوں میں کچھ شیعہ مساجد میں جاتے اور قرآن خوانی میں شریک بھی ہوتے ہیں لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کلام پاک میں زیر و زبر کا بھی فرق ہے لیکن اچھی طرح جانتے ہوئے کہ قرآن ایک ہی ہے یہ پروپگنڈہ جاری ہے۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کے احترام کا انداز دیکھئے کہ شیعہ مساجد میں رکھے ہوئے قرآن جلوائے اور اس فعل قبیح میں کوئی جھجک نہ محسوس کی اور کیوں کرتے جب کہ ان کی ممدوح قاتل آل نبی نے مسجد نبیؐ کی حرمت کا خیال کیا نہ خانہ کعبہ کا۔ روضہ رسولؐ میں گھوڑے بندھوائے اور خانہ کعبہ کو جلایا اور ڈھایا۔ وہاں رکھے ہوئے قرآن بھی ضرور جلے ہوں گے۔ حال ہی میں چنیوٹ میں خود قرآن جلوایا تاکہ شیعوں پر الزام

لگایا جاسکے (ڈان مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء) نیز ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی رپورٹ کے مطابق ۴ جنوری ۹۳ء ٹانک ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں مساجد اور کلام پاک جلائے (تقاضے لاہور پیام شاہجہانپوری جلد ۵ شمارہ ۱۷)

یزید کا اسلام

درحقیقت تعزیہ داری کے مخالفین یہ جانتے ہیں کہ محرم میں خواہ ڈھول بجائے جائیں' اکھاڑے سجائے جائیں' تعزیہ بنائے جائیں تابوت' ذوالجناح اور علم کے جلوس برآمد ہوں' سبیلیں لگائی جائیں' مجالس منعقد ہوں۔ ان تمام مراسم تعزیہ داری سے واقعہ کربلا کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ہر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کربلا کیا ہے؟ اور جب یہ پتہ چلتا ہے کہ کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں سوار دوش رسولؐ کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کردیا گیا اور خاندان نبوت کی مخدرات عصمت و طہارت کو بے مقنع و چادر بازاروں سے گذار کر دربار خلافت میں لیجایا گیا تو ہر ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ حضورؐ کی ذریت کے ساتھ یہ ظلم کیوں روا رکھا گیا اور اس ظلم کا ذمہ دار کون تھا؟ ۱۱ھ یعنی وفات رسول مقبولؐ سے ۶۱ھ تک عالم اسلام میں کیا نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں کہ آل نبیؐ پر درود پڑھنے والوں نے آل محمدؐ کو تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کردیا۔ تو یزید کے اشعار سے پتہ چلتا ہے جو اس نے اس وقت کہے جب خاندان رسالت اسیری کی حالت میں اس کے آراستہ و پیراستہ دربار میں لایا گیا اور رسالتمآبؐ کی نواسیاں بے پردہ رسن بستہ اس کے سامنے کھڑی تھیں۔ ترجمہ: "کاش میرے جنگ بدر والے بزرگ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ دین محمدی کے انصار کس طرح نیزوں کے پڑنے سے گھر گئے ہیں۔

تو اس صورت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور مجھے دعائیں دے کر کہتے اے یزید (تو نے بڑا اچھا کام کیا) تو کبھی برباد نہ ہوگا

بنی ہاشم نے حصول سلطنت کی خاطر ایک کھیل کھیلا تھا۔ ورنہ حقیقتاً" نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی

یزید کے ان اشعار کو سننے کے بعد یہ تجسس پیدا ہونا لازمی ہے کہ جنگ بدر کیا تھی وہ

کون مقتولین بدر تھے جن کا بدلہ یزید نے خاندان رسالت سے لیا اور جوش انتقام کا یہ عالم کہ اس نے اپنی دانست میں خاندان بنی ہاشم کا خاتمہ کردیا۔ ان اشعار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یزید کا نہ رسالت پر ایمان تھا نہ وحی پر۔ وہ اپنے دادا کی طرح نبی آخر الزماںؐ کی رسالت کو بنی ہاشم کا حصول اقتدار کے لیے ایک کھیل سمجھتا تھا۔ یہ تھے اسلام اور رسالتمآبؐ کے متعلق مخالفین تعزیہ داری کے شہزادہ کے نظریات۔ یزید کے ان نظریات کے پس منظر میں جو تاریخ ہے وہ اس کے اجداد نے رقم کی۔ مقتولین بدر کی فہرست پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ جب لشکر کفار قریش حضور اکرمؐ کے مقابلہ پر آیا اور یزید کے بزرگوں نے مبارز طلبی کی۔ جواب میں انصار مدینہ آگے بڑھے جن سے لڑنا انہوں نے کسر شان سمجھا تو حضور اکرمؐ نے اپنے چچاؤں اور بھائی کو اشارہ کیا نتیجہ میں امام حسینؑ کے والد گرامی حضرت علیؑ اور ان کے چچا حضرت حمزہؓ کی تلوار سے یزید کی دادی ھندہ کا باپ عتبہ اس کا بیٹا ولید اور چچا شیبہ قتل ہوئے۔ نیز اس جنگ میں ابو جہل (عکرمہ بن ابو جہل حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت کے سالار کا باپ) ولید (حضرت خالد بن ولید حضرت ابو بکرؓ کی دور خلافت کے سالار اعظم اور فاتح شام کا باپ) العاص (عمر بن العاص حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت کے ایک اہم سالار حضرت معاویہ کے مشیر اعلیٰ اور مصر کے گورنر کا باپ) قتل ہوئے۔ جنگ بدر بڑی اہمیت کی حامل تھی کیوں کہ یہ محض کفار مکہ کی باطل نظام' کافرانہ اور مشرکانہ نظریات کی شکست نہ تھی بلکہ ان کے احساس برتری اور انا کی شکست تھی اس جنگ میں ان کے بڑے بڑے مغرور سر چکنا چور ہوئے تھے۔ اس جنگ میں ان کے ہر خاندان کا کوئی ایک فرد قتل ہوا تھا لہٰذا انتقام کی سخت آگ بھڑکائی گئی کہ حضرت محمدؐ نے قریش کے تمام نمایاں افراد کا قلع قمع کردیا۔ اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کا خواب خواب پریشاں ثابت ہوا۔ اس پشیمانی اور جھنجلاہٹ میں ابو سفیان کو کفار قریش کی سرداری تفویض ہوئی جس نے بڑی زبردست تیاری کی اور اپنے خاندان کے جوانوں کے علاوہ خالد بن ولید عکرمہ بن ابو جہل۔ عمر بن العاص اور مقتولین بدر کے دیگر اخلاف کے

ساتھ مدینۃ الرسولؐ پر شدید حملہ کیا۔ مردوں کے جذبہ انتقام سے قطع نظر عورتوں کے جوش کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد "رسول رحمت" میں تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر "قریش کے ساتھ جو عورتیں آئی تھیں' وہ نہایت معزز گھرانوں کی تھیں نیز ان کے دل مقتول اقرباء کے جوش انتقام سے لبریز تھے مثلاً

۱ ھندہ' قریش مکہ کے سالار اعظم ابوسفیان کی بیوی تھی۔ اس کا باپ عتبہ بدر میں مارا گیا تھا

۲ ام حکیم بنت حارث' ابوجہل کی بھتیجی اور عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی' یہ ابوجہل کا بدلہ لینا چاہتی تھی

۳ فاطمہ بنت ولید' خالد کی بہن' حارث بن ھشام برادر ابوجہل کی بیوی۔ ابوجہل کے علاوہ اپنے باپ ولید کے بدلے کی خواہاں تھی

۴ ربیطہ بنت بن الحجاج' عمرو بن العاص کی بیوی اپنے باپ کے انتقام کے لئے"

(رسول رحمت ص۳۱۱ شیخ غلام علی اینڈ سنز انار کلی لاہور)

لیکن جب جنگ احد میں بھی حضرت علیؑ کی مثالی شجاعت اور حضرت حمزہؓ کے جذبہ فداکاری کی وجہ سے کفار قریش مسلمانوں پر قابو نہ پاسکے تو ابوسفیان نے اسلام دشمنی میں دیگر عرب قبائل کا سہارا تلاش کیا اور یہودیوں کو بھی شریک کیا اور مدینۃ الرسولؐ پر اجتماعی حملہ کیا جو جنگ احزاب یا خندق کے نام سے مشہور ہے مگر حضرت علیؑ کی غیر معمولی شجاعت کی وجہ سے اس مرتبہ بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے علاوہ بھی دو ایک کوششوں میں شکست نصیب ہوئی۔ ان مسلسل ناکامیوں اور یہ یقین ہوجانے کے بعد کہ جنگ ... رسول اکرمؐ ... اسلام کو ختم کرنا ناممکن ہے اسلام قبول کر ... سلسلہ شروع ہوا اور بالآخر تھک ہار کر تمام کفار قریش نے فتح مکہ کے بعد چار وناچار اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان کے بادل ناخواستہ اسلام قبول کرنے اور اسلام کو بادشاہی سمجھنے کا تصور اس کے مکالمہ سے واضح ہوجاتا ہے جو فتح مکہ کے موقع پر اس کے اور حضورؐ کے چچا

عباسؓ کے درمیان ہوا۔ ھندہ جگر خوارہ کے کردار کے متعلق جو سرکار دوعالمؐ نے ارشاد فرمایا اس سے اس کی اخلاقی کمزوریوں کا پتہ چلتا ہے۔ (یزید کی دادی اور دادا کے محولہ مکالمے تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہیں) یزید کے ذہن میں ایک تسلسل سے حضور اکرمؐ اور اسلام کے خلاف اس کے اجداد کے خیالات و نظریات جگہ پاتے رہے تھے۔ کربلا کی ظاہری اور عارضی فتح کے نشے میں دل کی بات زبان پر آہی گئی اور اسی طرح منافقین کی پہچان ہوگئی۔ صحیح تجزیہ کیا مولانا مودودی نے کہ "حضرت معاویہ کے عہد میں سیاست کو دین پر بالا رکھنے اور سیاسی اغراض کے لئے حدیں توڑ ڈالنے کی جو ابتداء ہوئی ان کے اپنے نامزد کردہ جانشین یزید کے عہد میں بدترین نتائج تک پہنچ گئی" (خلافت و ملوکیت ص۱۷۹) کربلا میں خاندان نبیؐ اسلام پر قربان ہوگیا۔ اسلام بچ گیا۔ اگر امام حسینؑ قربانی نہ دیتے تو اسلام اموی نظریات اور منافقت کے اتاہ سمندر میں ڈوب گیا ہوتا۔ سچ کہا یاس یگانہ چنگیزی نے

ڈوب کر پار اتر گیا اسلام
آپ کیا جانیں کربلا کیا ہے

کربلا کی یاد تعزیہ داری جس پر بقائے لا الہ کا انحصار ہے اس کی مخالفت کا مقصد و منشا یہی ہے کہ مسلمان واقعہ کربلا کو بھول جائیں اور ان کے شہزادہ کی خلافت پر آنچ نہ آئے اور وہ مسلمانوں کا جزئز سربراہ کہلائے۔ ان محبان بنی امیہ' ابوسفیان اور آل ابوسفیان نے اپنے شہزادے کے بہت سے سیاہ کارناموں کو عامتہ المسلمین کی آنکھوں سے اوجھل کر رکھا ہے۔ کتنے مسلمان جانتے ہیں کہ یزید نے صحابہ تابعین صحابیات صحابہ زادیوں' مسجد و قبر نبیؐ اور خانہ کعبہ کا کیا حشر بنایا؟ صدھا صحابیوں کا قاتل پھر بھی اسلام اور ناموس صحابہ کا نام استعمال کرنے والوں کا محترم اور شیعہ اس لئے معتوب کہ صحابہ پر تنقید کرتے ہیں۔ واقعہ حرہ اور انہدام کعبہ

سالار لشکر یزیدی مسلم بن عقبہ کا مدینہ منورہ پر حملہ اور تاراجیٔ مدینہ

۶۲ھ میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری کی قیادت میں انصار مدینہ کا ایک وفد یزید کے حالات معلوم کرنے کے لئے دمشق گیا واپس مدینہ آکر اہل مدینہ کے سامنے یزید پر سب و شتم کرنا شروع کیا اور کہا کہ ہم ایسے شخص کے پاس ہو کر آرہے ہیں جو کوئی دین ہی نہیں رکھتا' شراب پیتا ہے' طنبور بجاتا ہے اس کی صحبت میں گانے والیاں باجے بجایا کرتی ہیں۔ کتوں سے کھیلتا ہے اور بدمعاشوں کی صحبت رکھتا ہے تم لوگ گواہ رہو ہم نے اسے خلافت سے معزول کیا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں لشکر جرار روانہ کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا اگر مان جائیں تو مان جائیں ورنہ ان کو قتل کرنا۔ جب تم کو غلبہ ہو جائے تو تین دن تک مدینہ لوٹنا۔ تاریخ طبری اور دیگر تاریخ کی مستند کتابوں میں یہ واقعہ جنگ حرہ کے نام سے بڑی تفصیل سے مرقوم ہے تاہم اختصار کی خاطر مولانا مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت کا اقتباس کافی ہے۔ موصوف واقعہ کربلا پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ "اسلام تو خیر بدرجہا بلند چیز ہے یزید میں اگر انسانی شرافت کی کوئی بھی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ کے بعد رسول اکرمؐ نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا اور اس کی حکومت نے ان کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس کے بعد دوسرا سخت المناک واقعہ جنگ حرہ کا تھا جو ۶۳ھ کے آخر اور خود یزید کی زندگی کے آخری ایام میں پیش آیا۔ اس واقعہ کی مختصر روئداد یہ ہے کہ اہل مدینہ نے یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم قرار دے کر اس کے خلاف بغاوت کردی' اس کے عامل کو شہر سے نکال دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سربراہ بنا لیا۔ یزید کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ المری (جسے سلف صالحین مسرف بن عقبہ کہتے ہیں) کو ۱۲ ہزار فوج دے کر مدینہ پر چڑھائی کے لئے بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ تین دن تک اہل شہر کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دیتے رہنا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا اور جب فتح پا لو تو تین دن کے لئے مدینہ کو

فوج پر مباح کر دینا۔ اس ہدایت پر یہ فوج گئی۔ جنگ ہوئی مدینہ فتح ہوا اور اس کے بعد یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لئے فوج کو اجازت دی گئی کہ شہر میں جو چاہے کرے۔ ان تین دنوں میں شہر کے اندر ہر طرف لوٹ مار کی گئی۔ شہر کے باشندوں کا قتل عام کیا گیا۔ جس میں امام زہری کی روایت کے مطابق سات سو معززین اور دس ہزار کے قریب عوام (جو یا صحابی تھے یا تابعی) مارے گئے اور غضب یہ ہے کہ وحشی فوجیوں نے گھروں میں گھس گھس کر بے دریغ عورتوں (مدینہ میں ۶۳ھ میں صحابیات اور صحابہ زادیوں کے علاوہ کون ہوگا) کی عصمت دری کی حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ ترجمہ "کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں حاملہ ہوئیں"۔ (اس واقعہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الطبری، ج ۴ ص ۳۷۲، تا ۳۷۹۔ ابن الاثیر ۳، ص ۳۱۰ تا ۳۱۳ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۱۹ تا ۲۲۱) بالفرض اہل مدینہ کی بغاوت ناجائز ہی تھی مگر کیا کسی باغی مسلمان آبادی بلکہ غیر مسلم باغیوں اور حربی کافروں کے ساتھ بھی اسلامی قانون کی رو سے یہ سلوک جائز تھا؟ اور یہاں تو معاملہ کسی اور شہر کا نہیں۔ خاص مدینۃ الرسولؐ کا تھا جس کے متعلق حضورؐ کے یہ ارشادات بخاری، مسلم، نسائی، اور مسند احمد میں متعدد صحابہ سے منقول ہوئے ہیں کہ (ترجمہ) "مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا" اور "جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے خوف زدہ کرے گا۔ اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے روز اللہ اس سے کوئی چیز اس گناہ کے فدیہ میں قبول نہ فرمائے گا" (خلافت و ملوکیت ص ۱۸۲) اب یہ فیصلہ مخالفین تعزیہ داری کریں کہ ان کے ممدوح یزید کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔

"حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ انہی احادیث کی بنیاد پر علماء کے ایک گروہ نے یزید پر لعنت کو جائز رکھا ہے۔ اور ایک قول ان کی تائید میں امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔ مگر دوسرا گروہ صرف اس لئے منع کرتا ہے کہ کہیں اس طرح اس (یزید) کے والد یا صحابہ میں

سے کسی پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے" (خلافت و ملوکیت ص ۱۸۲) اسی لئے تو تعزیہ داری کی مخالفت ہے ناصبی واقعہ کربلا کو بھی واقعہ حرہ انہدام کعبہ حضرت عائشہؓ نیز صحابہ کے بے دردانہ قتل کی طرح چھپادینا چاہتے ہیں "حضرت حسن بصریؒ کو ایک مرتبہ یہ طعنہ دیا گیا کہ آپ جو بنی امیہ کے خلاف خروج کی کسی تحریک میں شامل نہیں ہوتے تو کیا آپ اہل شام (یعنی بنی امیہ) سے راضی ہیں؟ جواب میں انہوں نے فرمایا" میں اور اہل شام سے راضی ہوں؟ خدا ان کا ناس کرے۔ کیا وہی نہیں جنہوں نے رسول اکرمؐ کے حرم کو حلال کرلیا اور تین دن تک اس کے باشندوں کو قتل عام کرتے پھرے۔ اپنے نبطی اور قبطی سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کرگذرنے کی چھوٹ دیدی اور وہ شریف دیندار خواتین پر حملے کرتے رہے اور کسی حرمت کی ہتک کرنے سے نہ رکے پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے۔ اس پر سنگ باری کی اور اس کو آگ لگائی۔ ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ برا انجام دیکھیں" (ابن الاثیر ج ۴ ص ۷۰ اخلافت و ملوکیت ۱۸۳) امام احمد بن جنبلؒ حضرت حسن بصریؒ اور علماء اہلسنّت کے بہت بڑے گروہ کو تو حق ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرے لیکن کوئی شیعہ یہ بھی کہہ دے کہ حاکم شامی لعین است تو ایک ھنگامہ کھڑا کردیا جاتا ہے! یہ کونسا انصاف ہے؟

دراصل صوفیائے کرام اور محبان اہل بیت کے ملک پاکستان میں ناصبیت اپنے چہرے پر سنیت کی نقاب ڈال کر مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے اور سادہ لوح برادران اہلسنّت کو فرضی داستانیں سناکر شیعوں سے بدظن کررہی ہے۔ ورنہ وہ کون سنی ہوگا جو چنگیز و ہلاکو سے کہیں زیادہ دل دہلا دینے والے سیاہ کارناموں کے ذمہ دار یزید کا مدح خواں ہو۔ سچ تحریر کیا مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے اپنی تصنیف "ناصبی سازش" مکتب اہلسنّت والجماعت قاسم آباد لیاقت آباد کراچی میں کہ "نازک وقت اور خطرناک ترین دور میں اہلسنّت جس صورت حال سے غیر شعوری طور پر دوچار ہوتے جارہے ہیں اور جس گہری سازش کا شکار بنتے جارہے ہیں وہ یہ کہ اندرون خانہ "حب صحابہ" اور "رد شیعت" کا

لیبل لگا کر بکمال ذہانت مذہب اہلسنّت کا تحریف شدہ اڈیشن تیار کیا جارہا ہے.........
چنانچہ فی الوقت ملک کے طول و عرض میں غیر محدود طور پر ناصبیت کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی ہے"۔ (ماخوذ از سرا شہادتین مرتبہ نیر ندیم ص ۷۷)

اہلسنت اور صاحبان طریقت

صحیح تجزیہ فرمایا مولانا نعیمی صاحب نے۔ ناصبیوں کا اصل ہدف اہلسنت بالخصوص صوفیائے کرام کے عقیدت مند اور سلسلہ طریقت سے منسلک افراد ہیں جن کے خلاف درپردہ کارگذاریاں جاری ہیں۔ لیکن شیعوں کے خلاف کھل کر کاروائی شروع کی جاچکی ہے۔ مذہبی حقائق سے ناواقف اور تاریخ سے بے خبر سادہ لوح مسلمان ان کی غلط بیانیوں پر یقین کرلیتے ہیں کیوں کہ ان کی طرف سے پھیلائی گئی افواہوں کے راوی عام طور سے وہ افراد ہوتے ہیں جو مذہبی لبادہ اوڑھے رہتے ہیں اس لئے مذہبی معاملات میں ان کی بات میں وزن اور زور محسوس کیا جاتا ہے یوں بھی ہمارے ملک کی غالب ترین اکثریت ناخواندہ اور مذہب سے ناواقف ہے اس لئے ان گندم نما جو فروشوں پر بھروسہ کرتی ہے۔ ورنہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں کون ان لغو بیانیوں پر یقین کریگا۔ شیعہ سینوں میں قریبی مراسم ہیں کچھ کی ایک دوسرے سے رشتہ داریاں بھی ہیں دعوتوں اور مختلف محفلوں میں شریک ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن پروپگنڈہ جاری ہے کہ شیعہ تھوک کر پانی پلاتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ذوالجناح تابوت اور علم پر شہاب (رنگ) کے چھینٹے ڈالتے ہیں۔ اس سرخ رنگ کو خون بتانے والے یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ انسانی خون کے چھینٹے نہیں بلکہ سرخ رنگ ہے ورنہ سرکاری ایجنسیاں کب کا اس کا تجزیہ کراچکی ہوتیں لیکن ان کا مقصد تو برادران اہلسنت کو تعزیہ داری سے متنفر کرنا اور دور رکھنا ہے کیوں کہ اگر قریب ہوں گے تو ان کی گرفت سے نکل جائیں گے کہیں شیعہ نہ ہوجائیں۔ ان ناصبیوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی شیعہ ہوجائے جبکہ لاکھوں

مسلمان پاکستان میں مذہب تبدیل کر کے عیسائی بن گئے ہیں لیکن اسطرف یہ کبھی متوجہ نہیں ہوتے شاید ان کے آقاؤں کے یہی احکامات ہوں۔ ان کی تمام تر توجہ شیعوں کی طرف ہے۔ ایام عزا میں عام طور سے کہتے سنے جائیں گے شیعوں کے قریب نہ جانا یہ کاٹ دیں گے۔ محرم میں بلوے کرائے جاتے ہیں اور انہیں شیعہ سنی بلووں کا نام دیا جاتا ہے۔ چند برس قبل محرم کے جلوسوں میں شیعہ سنی تعزیہ دار ایک وقت میں ایک ہی راستہ سے گذرتے تھے۔ تعزیہ' براق' تابوت و علم' ماتمی دستے۔ مرثیہ و نوحہ خواں مل جل کر ایک دوسرے کے قریب رہتے ہوئے کربلا کی یاد مناتے تھے اور لاتعداد مسلمان مرد اور عورتیں راستہ میں گلی کوچوں اور مکانوں کی چھتوں سے زیارت کرتیں اور مرثیے سنتی تھیں لیکن یہ صورت حال اور یکجہتی ان ناصبیوں کو گوارہ نہ تھی کہ مسلمان ایک دوسرے کے قریب رہیں لہٰذا جھگڑے کرا کے شیعہ سنی جلوسوں میں تفریق پیدا کردی۔ اب شیعہ عزاداروں کا جلوس تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنگینوں کے سائے میں قیدی گذر رہے ہیں انتظامیہ مجبور ہے کہ ان جلوسوں کے قریب کسی غیر مسلک کے فرد کو نہ آنے دے کیونکہ بلوہ کا اندیشہ ہے جس کے لئے ایک ماہ پہلے سے واویلا شروع کردی جاتی ہے۔ امن کمیٹیاں بنتی ہیں میٹنگیں ہوتی ہیں۔ غرض ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملک میں کوئی زلزلہ یا کوئی طوفان آنے والا ہے۔ تعزیہ دار مسلسل خطرہ محسوس کرتے رہتے ہیں۔ مراسم عزا میں شرکاء پر خوف زدگی کا عالم طاری رہتا ہے۔ بچے اور مستورات سہمے ہوئے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت ہو رہا ہے تاکہ تعزیہ داری متاثر ہو اور ناصبیت کے فروغ میں حائل رکاوٹ دور ہو سکے اور ان کے ممدوحین اور اکابر کے سیاہ اور مزموم کارناموں کو بھلایا جا سکے۔

شیعہ اور حج بیت اللہ

شیعوں کے خلاف حج نہ کرنے کا پروپگنڈہ بھی اسی حکمت عملی کا ایک حصہ ہے

حالانکہ پاکستان سے جانے والے لاتعداد حاجی صاحبان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں لاکھوں شیعوں کے ساتھ فرائض حج بجالاتے ہیں۔ اخبارات۔ ٹی وی۔ ریڈیو پر خبریں دیکھی اور سنی جاتی ہیں۔ ایرانی شیعہ حاجیوں کے نظم و ضبط اور ان پر ہونے والے مظالم کی خبریں بھی عام طور سے شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن اس سب کے باوجود دجل و فریب کاری کی انتہا کہ شیعہ حج نہیں کرتے یعنی بہ الفاظ دیگر کافر ہیں اور پاکستان کی سادہ لوح مسلمانوں میں سے خاصی تعداد اس پر یقین بھی کرلیتی ہے جب کہ عرب کی وہابی سعودی حکومت بھی آج تک یہ جرات نہ کرسکی کہ شیعوں کو کافر قرار دے کر حج پر پابندی لگادے۔ یہ تو ہمارے ملک کے کچھ علماء مذہبی جماعتوں کے قائدین اور ایوان بالا کے اراکین ہیں جو شیعوں کے خلاف فتوے دیتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں (اقراء ڈائجسٹ ماہ فروری ۸۸ء) اور ارباب حل و عقد میں کسی کو اس کی پرواہ نہیں کہ اس فتوے بازی کا کیا انجام ہوگا۔ شیعوں کے خلاف کفر کے فتوے دینے والے وہ حضرات ہیں جو شریعت بل پیش کرتے اور سیاسی ضرورت کے تحت منظور بھی کرالیتے ہیں تاکہ ان کے مخصوص مسلک کی بالادستی قائم ہوسکے جب کہ لاتعداد مسلم ممالک میں اول تو مذہبی حکومتیں ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں بھی تو وہاں "نفاذ اسلام کے نعرہ اسقدر نہیں لگائے گئے جتنے پاکستان میں لگائے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہمارے ملک میں آج تک 'ایک سچا' روح اسلام کا مظہر جرم و گناہ سے پاک متقی اور خدا ترس اسلامی عدل اجتماعی کا مظہر معاشرہ وجود میں نہ آسکا البتہ ایک سطحی قسم کی مذہبیت جس نے منافقت کے ایک بہت بڑے عنصر کو چھپا رکھا ہے ضرور پائی جاتی ہے۔ اصل دین ایک تعمیری اور مثبت قوت ہے لیکن ان کفر ساز علماء نے اسے تخریبی اور منفی قوت بنا کر رکھ دیا ہے"۔ (ارشاد احمد حقانی جنگ ۳۰ جولائی ۹۳ء)

ذرائع ابلاغ سے ذکر نواسۂ رسولؐ پر اعتراض

مسلک اہلسنّت سے متعلق کچھ حضرات عشرہ محرم میں بسوں اور منی بسوں میں سنی

علماء کے ذکر شہادت کی تقاریر' قوالیوں' سلام اور نوحوں کے کیسٹ چلاتے ہیں ان کا یہ انداز بھی ناصبیوں کو ناگوار گذرتا ہے لہٰذا ۵ جولائی ۹۲ء کے اردو اخبارات میں کمشنر کراچی سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کیسٹوں پر پابندی لگائی جائے۔ اس سے زیادہ آل رسولؐ کے تذکرے سے بغض اور کیا ہو سکتا ہے۔ تمام سال بسوں اور منی بسوں میں فحش گانوں کے کیسٹ تو پسندیدہ لیکن عشرہ محرم میں جن کیسٹوں میں آل محمدؐ کا تذکرہ ہو وہ ناپسندیدہ۔ اس طرح ہر سال محرم سے قبل ٹی وی اور ریڈیو کے خلاف بیانات جاری کئے جاتے ہیں جب کہ ۳۶۵ دنوں میں مشکل سے دو تین دن ان ذرائع ابلاغ سے نواسہ رسولؐ کا تذکرہ ہوتا ہے لیکن یہ بھی گوارہ نہیں۔ تمام سال عام افراد کا تذکرہ۔ گانے۔ ڈرامے۔ اسپورٹ۔ کارٹون سب جائز کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر ۸۷۶۰ گھنٹوں میں چند گھنٹے ذکر امام حسینؑ ہو تو ناگوار آسمان سر پر اٹھالیں گے۔ وہ بھی ایسی صورت میں کہ تعزیہ دار بھی اس ملک کے باوقار شہری ہیں ٹیکس دیتے ہیں اس مملکت کے قیام ترقی اور دفاع میں پیش پیش رہے ہیں کیا ان کا یہ حق بھی نہیں کہ ۳۶۵ دنوں میں چند دن بھی سرکاری ذرائع ابلاغ سے نبیؐ کے نواسے کی بقائے اسلام کے لیے جنگ کے لئے وقف کردیئے جائیں۔

کیا تذکرہ حضرت عمرؓ امام حسینؑ کے تذکرہ کا محتاج ہے؟

واقعہ کربلا کی اہمیت کو کم کرنے اور اس کے تذکرہ سے توجہ ہٹانے کے لئے چند برسوں سے حضرت عمرؓ کی شخصیت کو استعمال کیا جارہا ہے۔ ایک نیا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ ماہ محرم کے پہلے عشرہ کو جو صدیوں سے روایتاً "تذکرہ امام حسینؑ کے لئے مخصوص چلا آرہا ہے اس کے ساتھ تذکرہ فاروق کا حالیہ اضافہ کیا حضرت عمرؓ کے تذکرے کے لئے امام حسینؑ کے تذکرہ کا سہارا لینے کے مترادف نہیں؟ کیا دوسرے صحابہ کے عشرہ بھی اسی طرح محرم میں منائے جاتے ہیں؟ ایک صحابی کے یوم منانے کی اس طرح ابتدا کی گئی کہ ذکر حسینؑ [illegible] عشرہ فاروق و حسینؑ کا نام دیا گیا اور اس طرح حضور اکرمؐ کے

خسر کے عشرہ کو ان کے نواسے کی عقیدت مندی کا محتاج بنا دیا گیا۔ یہ ان بزرگ کے ساتھ کچھ اچھا اور باوقار سلوک نہیں۔ کسی کو صحابہ کے عشرہ منانے پر بھی اعتراض ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی عشرہ منعقد کیا جائے اور ان کے صاحبزادے حضرت محمد بن ابوبکرؓ اور صاحبزادی حضرت عائشہؓ صدیقہ کا بھی تاکہ معلوم ہو سکے کہ حضرت ابوبکرؓ کے خلاف عام بغاوت کیوں ہوئی اور ان کے صاحبزادہ اور صاحبزادی کو بے دردی سے کس نے شہید کیا اور کیوں؟۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کے عشرہ بھی منعقد کئے جائیں گے۔ واقعات کربلا کے ساتھ حضرت عمرؓ کے تذکرہ کو کیا نسبت۔ دراصل ان حضرات کو حضرت عمر و دیگر اصحاب رسولؐ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ان کا اصل مقصد کربلا کی یاد کو زندہ رکھنا ہے تاکہ ابوسفیان اور ھند، جگر خوارہ کی ذریت کے کارنامے چھپائے جا سکیں اور عامتہ المسلمین کو یہ نہ معلوم ہو سکے کہ حضور اکرمؐ کے وصال کو صرف ۵۰ سال گذرے تھے کہ اسلام میں یہ تغیر آیا کہ کربلا، حرہ اور انہدام کعبہ جیسے واقعات فاجعہ ظہور پذیر ہوئے۔ متذکرہ حادثات ایک دم نہیں ہوئے

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثے ایک دم نہیں ہوتے

تاریخ اسلام اور تاریخ پاکستان میں مماثلت

اگر تاریخ اسلام پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ حضورؐ کے وصال کے فوراً بعد سقیفہ بنی ساعدہ کے اختلافی کارگذاریوں سے قطع نظر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے خلاف عام خروج۔ مدینۃ الرسولؐ پر حملہ اس دور میں مقتولین بدر کے اخلاف اور طلقاء مکہ (بنی امیہ) کا اثر رسوخ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؑ کی شہادت حضرت ابوذر غفاریؓ نیز دیگر اصحاب کے ساتھ ریاستی سلوک۔ حضرت حجر بن عدیؓ اور ان جیسے لاتعداد اصحاب رسولؐ بالخصوص حضرت محمد بن ابوبکرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی

شہادت واقعات کا ایک تسلسل ہے جنہیں صحیح معنوں میں سمجھ لیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا آسان ہو جائے کہ یزید کے احکامات کے تحت یکے بعد دیگرے یہ واقعات و حادثات کیوں ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ حضرات کی سمجھ میں یہ بات مشکل سے آئے کہ حضورؐ کے بد ترین مخالف۔ بدر، احد اور خندق کی جنگوں میں مسلمانوں اور مدینۃ الرسولؐ پر تابڑ توڑ حملے کرنے والے فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے طلقاء مکہ اتنی جلد برسر اقتدار کیسے آئے اور جسد اسلامی میں یہ تغیر اور انقلاب کیسے آیا۔ اس کے لئے ماضی قریب میں تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کی بعد کی تاریخ میں اس دور سے ایک قسم کی مماثلت دیکھ کر سمجھا جا سکتا ہے۔ تاریخ خود کو دہراتی ہے یا تاریخ کی روایت ہے کہ منزل انہیں ملتی ہے جو شریک سفر نہیں ہوتے تحریک علی گڑھ سر سید احمد کی مخالفت ان کے خلاف کفر کے فتوے قائد اعظم کی مخالفت اور کافر اعظم کا فتویٰ۔ مسلم لیگ کی نیشنلسٹ علماء کی طرف سے شدید ترین مخالفت کے باوجود پاکستان کا قیام اور قائد اعظم کے انتقال کے ۵۰ سال کہ اندر ہونے والے واقعات پر نظر ڈالیں کہ پاکستان میں کیا کچھ نہ ہوا۔ مسلم لیگ کے جنرل سکریٹری قائد ملت لیاقت علی خاں کی شہادت، نظریہ پاکستان میں تبدیلی۔ ملک تقسیم ہوا۔ باقی ماندہ کو توڑنے کی باتیں۔ ہر طرف احساس محرومی کے چرچے۔ مظالم کی انتہا آپس میں دست گریباں اور ملکی سیاست کے افق پر وہ حضرات جماعتیں ان کی باقیات چاند ستاروں کی طرح جلوہ گر ہیں جنہوں نے قیام پاکستان کی سرتوڑ مخالفت کی۔ مفسر قرآن امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے مسلمانوں کے مطالبہ کو یہودیوں کے مطالبہ سے تشبیہ دی مہتمم دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے ارشاد فرمایا "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو مسلمان سکھ عیسائی پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہئے ایسی مشترک آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام اور [illegible] رہتا ہے" مولانا مودودی نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارا مقصد وہی ہے جو کانگریس کا ہے"۔ "جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو

اکثریت کے تسلط سے آزاد ہوجائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہوجائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہوگی۔ ان کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی" حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے فرمایا "دس ہزار جنیا(جناح) شوکت اور ظفرجواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں" امیر شریعت مولانا عطا اللہ شاہ بخاری نے ارشاد فرمایا کہ "پاکستان کا بنانا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے" (تاریخ نظریہ پاکستان۔ پروفیسر شاہ جہانپوری) ان مشہور مخالفین پاکستان کی باقیات مختصر مدت میں پاکستان کی سیاست پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ فرقہ وارانہ عصبیتوں منافرتوں اور مناقشوں کو اسی لیئے جنم دیا جا رہا ہے کہ جلد سے جلد ان بزرگوں کے خلاف منشاء تشکیل پائے جانے والے مسلمانوں کے ملک کو ختم کیا جاسکے

تعزیہ داری کی مخالفت کے اسباب

تعزیہ داری جو بقائے لا الٰہ کی ضامن ہے اس کی مخالفت کے اسباب جاننے کے لئے مسلمانوں کی حسب منشاء مسخ شدہ تاریخ میں یہ پتہ لگانا ہوگا کہ اعلان رسالت کے بعد وہ کون مخصوص افراد مکہ تھے جنہوں نے حضورؐ کی شدید مخالفت کی۔ وہ کون تھے جو بار بار حضرت ابوطالب سے مطالبہ کرتے تھے کہ اپنے بھتیجے کو سمجھاؤ۔ وہ کون تھے جو حضورؐ اور مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے تھے۔ وہ کون تھے جنہوں نے مجلس شوریٰ میں یہ فیصلہ کیا کہ سرکار رسالتمآبؐ اور ان کے اہل خاندان یعنی بنی ہاشم کو شعب ابوطالب میں محصور کردیا جائے۔ یہ مقاطعہ بنی ہاشم کا تھا یا مسلمانوں کا؟۔ تقریباً تین سال کے اس مقاطعہ میں جس میں نوبت انتہائے خرابی تک پہنچ گئی تھی قریش کے ان خاندانی اور بااثر افراد نے اس دوران حضورؐ کی کیا مدد کی جو مسلمان ہوچکے تھے۔ تین سال کے دوران مسلمانوں نے جو بعد میں اسلام کے ماہ دا انجم کہلائے مقاطعہ ختم کرانے کے لئے کیا کردار ادا کیا۔ وہ کون

سرداران مکہ تھے جنھوں نے جناب خدیجۃ الکبریؓ اور حضرت ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد فیصلہ کیا کہ حضور اکرمؐ کو قتل کردیا جائے۔ کفار مکہ کے وہ کون کون سورما تھے جنھوں نے تمام رات حضورؐ کے دولت کدہ کا گھیراؤ کیا کہ صبح ہوتے ہی سرکار رسالتمآبؐ کو ختم کردیا جائے۔ جنگ بدر میں کفار قریش کے وہ کون سردار تھے جنھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان میں سے کون کون قتل ہوا۔ جنگ احد اور خندق میں اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے وہ کون بہادر تھے جنھوں نے بڑھ بڑھ کر حملے کئے اور منہ کی کھائی۔ صلح حدیبیہ کی روئیداد کیا ہے۔ فتح مکہ کے بعد مجبوراً مسلمان ہونے والے طلقاء مکہ میں کن کن افراد کا شمار ہوتا ہے حضورؐ کے وصال کے بعد سقیفہ کی روداد اور وہاں اعلان خلافت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے خلاف عام بغاوت جس میں مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت شریک تھی اس کے کیا اسباب تھے؟۔ اس بغاوت کو جسے تاریخ میں مرتدین اور مانعیں ذکواۃ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے' دبانے اور حضورؐ کے دور کے مسلمانوں اور صحابیوں کی سرکوبی کے لیے کس طبقہ کو استعمال کیا گیا مہاجرین و انصار یا طلقاء مکہ اور مقتولین بدر کے اخلاف کو۔ یہ عظیم تغیر کیسے ہوا کہ خلافت اول میں اسلام کے فدائی اور شیدائی بنی ہاشم اور انصار مدینہ کو نظرانداز کرکے اسلامی حکومت کے اہم عہدے طلقاء' مکہ اور مقتولین بدر کے اخلاف کو تفویض کئے گئے مدینہ کی حکومت کے تیسرے دور خلافت میں طلقاء و مولفتہم القلوب بنی امیہ کے اثر و رسوخ کا تذکرہ مولانا مودودی نے اپنی مشہور کتاب خلافت و ملوکیت کے باب چہارم و پنجم میں کیا ہے جو بڑا معنی خیز ہے۔ اور اموی سیاست کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

اگر صحیح معنوں میں تاریخ کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے بعد مسلمان دو طبقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک وہ جو مستقل مزاجی اور تسلسل سے حامیان رسولؐ تھے اور بعد میں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے رہے دوسرا وہ جس نے رسالت کو محض ذریعہ حکمرانی سمجھا اور جانا ایک طبقہ سابقین و اولین اعزا' اصحاب' انصار اور فدا

کاروں کا تھا جنہوں نے اسلام کو سربلند کرنے کے لئے جانیں لڑائیں تھیں اور جن کی قربانیوں ہی سے دین کو فروغ نصیب ہوا تھا لیکن وصال رسولؐ کے بعد پیچھے ہٹادیئے گئے اور دوسرا طبقہ وہ جو شروع سے اسلام اور رسول اکرمؐ کا جانی دشمن تھا جس نے بدر و احد و خندق میں ہزیمتیں اٹھائیں اور بالآخر فتح مکہ کے بعد مجبوراً حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ یعنی طلقاء مکہ اور مقتولین بدر کی ذریت جن کا مطمع نظر اور ہدف اسلام کی دعوت اور ہدایت پر عمل نہیں بلکہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کے ساتھ مل کر حکمرانی اور ملک گیری تھا۔ ان دو طبقوں کی نظریاتی کشمکش آج بھی جاری ہے۔ ایک ظاہری اسلام چاہتا ہے اور دوسرا صفائے قلب، تزکیہ نفس اور کردار سازی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اسلام پسندی اور ملوکیت پسندی میں بنیادی فرق ہے۔ تعزیہ داری کا مخالف طبقہ ایک تسلسل سے ملوکیت پسند ہے اس کے ممدوحین ملک گیری، فتوحات اور قتل و غارت گری کے لئے مشہور ہیں یہ آج بھی ملوکیت کی مداحی میں مبتلا ہے اور اس دور کی ملوکیت سے مربوط رہ کر فیض یاب ہو رہا ہے۔ آج کے باقی ماندہ ملوک اس اندیشہ میں مبتلا ہیں کہ مسلمانوں کی تاریخ کے ملوک کی چیرہ دستیاں اور احکامات اسلام کی خلاف ورزیاں عامتہ المسلمین کے علم میں نہ آجائیں ورنہ ایسی صورت میں ان کی بادشاہیاں بھی متاثر ہو سکتی ہیں۔ چونکہ تعزیہ داری ظلم و جور کے خلاف ایک مسلسل احتجاج ہے جسے ملوکیت اور اس کے ہم نوا برداشت کر ہی نہیں سکتے اس لئے نت نئے اعتراضات اور لغو اور لچر الزامات کا سہارا لیکر سادہ لوح مسلمانوں کو مشتعل کر کے محرم میں ہنگامہ آرائی کے ذریعہ تعزیہ داری پر پابندی لگوانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے نواسے کی شہادت کی سالانہ یادگار جو تعزیہ داری کے مختلف مراسم کی شکل میں منائی جاتی ہے مسلمانوں کی حیات اجتماعی اور اتحاد کی ایک ایسی کار فرما روح ہے جو ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر حکمراں ہے۔ اگر کوئی اس میں مداخلت کرے گا تو گویا ان کے خزینہ پر ڈاکہ ڈالے گا جس کو وہ اپنی ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور جو ان کے لئے موت اور زندگی کا سوال ہے نیز اسے وہ

بقائے لا الٰہ کا ضامن سمجھتے ہیں اس لئے کسی قیمت پر ترک نہیں کر سکتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ رجعت پسند مطلق العنان شہنشاہ بھی اپنے دور ملوکیت میں تعزیہ داری پر پابندی لگانے میں کامیاب نہ ہو سکے! آج کے جمہوری اور ترقی پسند دور میں یہ تصور اور خواہش محض حماقت ہے

اسی لئے ناصبیوں کے ناروا و بے بنیاد' لغو اور لچر اعتراضات سے لاپرواہ تعزیہ داروں کا فریضہ ہے کہ وہ اسلام کے صاف شفاف چشمہ میں ملائی ہوئی کثافت کو صاف کریں اور وہ طریقے اختیار کریں کہ اس ملک کے سادہ لوح مسلمان جو اسلام' رسول اکرمؐ ان کی آل اور لائق احترام صحابہ پر مرمٹنے پر تیار رہتے ہیں حقائق سے آگاہ ہو سکیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمان آل رسولؐ صحابہ کبار اور ام المومنین کے قاتلوں کی مدح سرائی کریں۔ کیا کوئی مسلمان شرابی اور بدکار خلیفہ کو پسند کر سکتا ہے جس نے امام حسینؑ کو شہید کرایا اور جس کے واضح احکامات کے تحت مدینۃ الرسولؐ اور صحابہ زاویوں کی بے حرمتی ہوئی خانہ کعبہ کو جلایا گیا ہو۔ جس نے مسجد نبوی' قبر رسولؐ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبروں پر گھوڑے بندھوائے ہوں اور وہاں بول و براز ہوا ہو۔

اگر شیعہ مسلمان نہیں تو مسلمان کون ہیں؟

تعزیہ دار ناصبیوں کے فتوؤں سے متاثر ہوئے ہیں اور نہ ہونا چاہئے کیوں کہ ان فتوؤں کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں یہ محض اپنی سیاسی گروہ بندی کو وسیع تر کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ناصبی ملاؤں کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ بدعت بدعت کی رٹ لگاتے رہیں۔ یہ حضرات مذہب کے نام پر اس ملک میں اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور مذہبی معاملات پر اپنی اجارہ داری کے خواہاں ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہہ دیں وہی مذہب ہے جب کہ خود ان میں سے اکثر کے قول و فعل کا تضاد اور عمل شاہد ہے کہ یہ مذہب سے واقف ہیں نہ اس کے زریں اصولوں پر عامل۔ جہاں تک شیعوں کے خلاف

کفر کے فتوؤں کا تعلق ہے تو اگر شیعہ مسلمان نہیں تو مسلمان کون ہے؟ جسٹس محمد منیر نے اپنی انکوائری رپورٹ میں وہ تمام فتوے ضمیمہ کی طور پر شائع کیے جن میں بریلویوں نے دیوبندیوں کو کافر قرار دیا اور دیوبندیوں نے بریلویوں کو۔ اس صورت میں پاکستان میں مسلمان کون ہے؟ اس کے علاوہ جسٹس صاحب مرحوم نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ پاکستان کے مختلف مسالک اور فرقہ وارانہ مذہبی و سیاسی جماعتوں کے جید علماء مسلمان کی ایک جیسی تعریف بیان کرنے سے قاصر رہے (جناح سے ضیاء ص ۳۶)۔ ہر عالم نے مسلمان کی مختلف تعریف اور تشریح کی لیکن کسی مولانا کی تعریف میں حب صحابہ مسلمان ہونے کی شرط نہیں۔ ان فتویٰ بازملاؤں کا پیشہ ورانہ انداز بھی کیا خوب ہے کہ گزشتہ انتخاب میں لاہور کی بڑی مسجد کے سرکاری مولوی صاحب جنھوں نے شیعوں کے خلاف اقراء ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے فتوے پر تصدیقی دستخط ثبت کیے لیکن جنگ فورم میں فرمایا کہ شیعہ حضرات کا اپنا مسلک ہے سنی حضرات کا اپنا مسلک ہے اہل حدیث کا اپنا مسلک ہے یہ ایسے ہیں جیسے مختلف پھول جمع ہو کر گلدستہ بنتے ہیں (جنگ ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء ماخوذ از "کلمات خیر" پروفیسر سید زین العابدین) اور موصوف نے گزشتہ الیکشن کے دوران فتویٰ جاری کیا کہ جو ووٹر پیپلز پارٹی کو ووٹ دیگا اسے جنت میں جانا نصیب نہ ہوگا یعنی کہ پیپلز پارٹی کو ووٹ دینے والے کروڑوں مسلمان کافر قرار پائے۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ ۱۰ اگست ۹۳ء پاکستان قانون ساز اسمبلی (پالیمنٹ) میں جو کچھ ہوا وہ کل کی بات ہے کہ امور مذہبی کی مرکزی وزیر مولانا نے قائد حزب اختلاف کو کافر اور ان کے حامیوں نے مولانا کے کافر اور یہودی ہونے کا اعلان کردیا۔

تعزیہ داری شرعاً جائز اور مسلمانوں کی مذہبی روایت ہے

قارئین کرام جیسا کہ آپ نے مطالعہ فرمایا! تعزیہ داری کی مخالفت کی وجہ سیاسی ہے کہ یہی کیوں کہ مذہبی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو کلام پاک، احادیث نبوی، قصر.

الانبیاءاور تاریخ میں لاتعداد ایسے واقعات اور مثالیں موجود ہیں کہ فطرت کے مطابق رنج والم کے واقعات پر انبیاء کرام بھی روئے اور اولوالعزم رسول اور پیغمبر بھی

حضور اکرمؐ کا اظہار غم اور نوحہ خوانی کی ترغیب

حضور اکرمؐ نے مومن قریش حضرت ابوطالب اور محسنہ اسلام ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے سانحہ ارتحال پر اسقدر اظہار غم کیا کہ اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا (سیرت النبی مولانا شبلی نعمانی ج اول ص ۱۵۸ اور تاریخ کی دیگر تمامتر کتابیں) جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کی شہادت اور امیر معاویہ کی ماں ہندہ کا حضورؐ کے شہید چچا کا مثلہ کرنے' اعضاء کاٹ کر گلے کا ہار بنانے اور اس شہید راہ خدا کا کلیجہ چبانے (سیرت النبی ج اول ص ۲۳۱ اور تاریخ کی تمام تر مستند کتابوں میں درج مشہور واقعہ) کا اس قدر صدمہ ہوا کہ خود روئے اور نوحہ خوانی کی ترغیب دی (سیرت النبی ج ۱ ص ۲۳۳) اس ترغیب دلانے پر "انصار کی عورتیں رسالتمابؐ کے دروازے پر آکر حضرت حمزہؓ پر روئیں۔ رسول اللہؐ نے ان کے لئے دعا کی اور آج تک (۲۳۰ ہجری) انصار میں سے کوئی مرتا ہے تو پہلے حمزہؓ پر روتی ہیں پھر میت پر (طبقات ابن سعد ج اول ص ۳۴۴ و جلد سوم ص ۲۰۰) رسالتمابؐ کے وصال پر حضرت علیؑ اس قدر روئے کہ بے ہوش ہوگئے (ابن خلدون ج ۱ ص ۲۱۲) اور جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کا برا حال ہوگیا بنت نبیؐ روزانہ بیت الحزن میں گریہ فرماتی تھیں۔ آپ نے ایک مرثیہ کہا جو بہت مشہور ہے۔ اور اس دور کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ "ابو جعفر کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد فاطمہؑ کو ہنستے نہیں دیکھا۔ آنحضرت کا عام ماتم ہوا (طبقات ابن سعد ج دوم ص ۳۴۴) "عکرمہ سے مروی ہے کہ جب رسولؐ اللہ کی وفات ہوئی تو ام ایمن والدہ اسامہ بن زید روئیں' عاصم بن محمد بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے ابن عمرؓ کو نبیؐ کا بغیر روئے ذکر کرتے نہیں سنا' عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے میں نے عثمانؓ بن عفان کو کہتے سنا کہ

رسول اللہ کی وفات ہوئی تو آپ کے اصحاب میں سے بعض کو اس قدر غم ہوا کہ قریب تھا کہ ان کی عقل پر بن آئے (طبقات ابن سعد ج دوم ص ۳۳۴)

رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر سیدہ عالم کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عبداللہؓ بن انیس، حضرت حسانؓ بن ثابت حضرت کعبؓ بن مالک حضرت اروی بنت عبدالمطلب، حضرت ہندہؓ بنت اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب، حضرت عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نفیل، حضرت ام ایمنؓ اور دیگر لاتعداد حضرات نے طویل مرثیے کہے (طبقات ابن سعد ج دوم ص ۲ تا ۳۵ نفیس اکیڈمی کراچی سن اشاعت ۱۹۸۷ء)

حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شہادت پر گریہ و ماتم اور مرثیہ و نوحہ خوانی

"حضرت علیؑ کی شہادت پر ابن ابی میاس اور ابولا سود الدوئلی نے مرثیے کہے" (تاریخ طبری ج سوم ص ۳۶ ۱۲ نفیس اکیڈمی سن اشاعت ۱۹۷۷ء "حضرت علیؑ کی شہادت پر اکثر لوگوں نے مرثیے لکھے " المسعودی لکھتے ہیں "الاخبار کے مطالعہ کے بعد اہل بیت کے بارے میں جو روایات میری نظر سے گذری ہیں ان کے مطابق محمد بن حنفیہ نے جناب حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالب کی قبر پر کھڑے ہو کر جو الفاظ فرمائے تھے وہ درج ذیل ہیں۔

"اے ابا محمدؑ! آپ کی زندگی پاکیزہ اور مسکراتے گذری لیکن آپ کی رحلت پر لوگ گریہ کناں ہیں، کیوں کہ آپ خامس اہل کساء، ابن محمد مصطفےؐ، ابن علیؑ مرتضےؑ ابن فاطمہ زہراؑ اور ابن شجر طوبیٰ تھے" (مروج الذہب ج دوم ص ۳۶۴ نفیس اکیڈمی سن اشاعت ۱۹۸۵ء) "جب اہل مدینہ کو قتل حسینؑ کی خبر پہنچی تو (ام لقمان) بنت عقیل ابن ابی طالب اپنی قوم کی حیران اور برہنہ سر عورتوں کے ساتھ باہر نکلیں۔ کیوں کہ ان عورتوں کو سادات کے قتل کی وجہ سے تکلیف پہنچی تھی اور وہ کہہ رہی تھیں۔

"لوگو کیا جواب دو گے نبی کریمؐ کو جب وہ تم سے یہ بات پوچھیں گے کہ تم نے پیغمبر

آخرالزماں کی امت ہو کر میری عترت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔ ان میں سے کچھ اسیر ہیں اور اور کچھ آلودہ خاک وخوں یہ میری جز انہیں" (مروج لذھب مسعودی ج سوم ص ۹۸ اور تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۹۲ نفیس اکیڈمی) "ابو نعیم نے دلائیل میں حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کی زبانی لکھا کہ میں نے حسینؓ پر جنات کو روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے" "ثعلب نے امالی میں ابی جناب کلبی کی زبانی لکھا۔ ہے میں نے کربلا میں جاکر ایک معزز عرب سے کہا کہ تم نے جنات کو نوحہ و زاری کرتے سنا ہے اس نے کہا تم جس سے چاہو پوچھ لو ہر ایک نے سنا ہے (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹۔ نفیس اکیڈمی سن اشاعت ۱۹۸۳ء) نیز ترمذی نے سلمٰی کی زبانی لکھا ہے کہ میں ایک دن ام سلمہؓ (ام المومنین) کے پاس گیا۔ وہ رو رہی تھیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ رات میں نے رسولؐ اللہ کو اس طرح دیکھا گویا ان کے سر اور داڑھی گرد آلود ہے۔ میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کیا بات ہے؟ ارشاد فرمایا میں نے ابھی حسینؓ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔ بیہقی نے دلائل میں ابن عباس کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو ٹھیک دوپہر کے وقت دیکھا کہ وہ پراگندہ اور غبار آلود ہیں اور آپ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے جو آج دن بھر جمع کرتا رہا ہوں۔ لوگوں نے اس خواب کے دن کا حساب نکالا تو وہ شہادت کا دن نکلا" (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹ نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت پر گریہ و زاری اور مرثیہ خوانی

"سعید المسیب سے مروی ہے کہ جب ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تو عائشہؓ نے ان پر نوحہ قائم کیا" (طبقات ابن سعد ج سوم ص ۴۹) "سعید بن المسیب کی روایت ہے کہ جب ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا تو عائشہ نے ان پر نوحہ کرنے والیوں کو بٹھایا" (تاریخ طبری ج دوم ص ۲۴۸) عائشہ نے کہا کہ جب قاصد یہ اشیاء (حضرت ابوبکرؓ سے متعلق) لے کر عمرؓ کے

پاس آئے تو وہ اتنا روئے کہ آنسو زمین پر بہنے لگے (طبقات ابن سعد ج سوم ص ۳۹ اشاعت جنوری ۱۹۸۰)

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری کی کتاب تاریخ طبری کے حصہ سوم صفحہ ۲۶۱ شائع کردہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی میں تحریر ہے کہ "حضرت عمرؓ کی وفات پر بنت ابی حشمہ نے ان پر اشکباری کی اور عاتکہ بنت زید بنت عمرؓ بن الخطاب نے مرثیہ کہا۔ حضرت ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ "ایک خاتون نے حضرت عمرؓ پر اشک باری کرتے ہوئے کہا کہ "حضرت عمرؓ کی وفات پر مجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ پھیل کر تمام انسانوں تک سرائیت کر گیا ایک دوسری خاتون نے اشکباری کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

۱ شریف قوم کی خواتین تم پر غم انگیز انداز سے اشکباری کریں گی اور

۲ اپنے صاف ستھرے دینار (سکہ) کی طرح چہروں کو نوچیں گی اور ریشمی لباس کو تار تار کریں گی"

"عمرؓ کی وفات ہوئی تو ان پر رویا گیا (طبقات ابن سعد ج سوم ص ۱۵۴) حضرت عثمانؓ کی شہادت پر کئی آدمیوں نے مرثیے لکھے تھے جن میں آپ کی بیوی نائیلہ کے علاوہ حسان بن ثابت بھی تھے جن کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے بہت اچھا سلوک کیا تھا" (مروج الذہب مسعودی ج دوم ص ۲۸٦ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

"حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد متعدد شعراء نے نظمیں لکھیں کچھ شعراء نے آپ کی مدح کی اور نوحہ لکھا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی شہادت پر خوش ہوئے" (تاریخ طبری ج دوم ص ۵۱۰)

حضرت حجر بن عدیؓ۔ حضرت عمارؓ یاسر اور عابد قریش حضرت محمد بن ابوبکرؓ کی شہادت پر مرثیہ خوانی

"شاعر انصاریہ ھند بنت زید اور شاعرہ کندہ نے صحابی رسولؐ حضرت حجر بن عدی کے

مرثیے کہے" (تاریخ طبری ج چہارم ص ۱۱۸)

"حضرت عمار بن یاسر کی شہادت پر حجاج بن عزیز انصاری نے ایک بڑا دردناک و پراثر مرثیہ کہا" (مروج الذہب مسعودی ج دوئم ص ۳۲۲)

"حضرت عائشہؓ کو اپنے بھائی (عابد قریش) محمد بن ابوبکرؓ کی شہادت پر اس قدر صدمہ ہوا کہ ام المومنینؓ ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمر کو بددعا کرتیں" (تاریخ طبری حصہ سوم کا دوم ص ۳۸۵۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی سن طباعت ۱۹۷۷ء)

دیگر صحابہ اور صحابہ زادوں پر ماتم۔ گریہ وزاری اور مرثیہ خوانی

زبیرؓ کی بیٹیاں ان کی ماتم (غم) میں روئیں اور جریر بن المطفی نے رہنمائی اشعار کہے" (طبقات ابن سعد ج سوم ص ۲۴۹)

"جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ غزوہ احد میں میرے والد شہید ہوگئے تو میں چادر ان کے چہرے سے ہٹانے لگا اور رونے لگا۔ اصحاب مجھے منع کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے منع نہیں کرتے تھے (طبقات ابن سعد ج چہارم ص ۱۱۲)

"عبدالعزیز بن یعقوب الماجشون سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے متممؓ بن نویرہ سے فرمایا کہ تمہیں اپنے بھائی کا کس قدر سخت رنج ہے، عرض کی اس غم میں میری آنکھ چلی گئی ہے۔ اور انہوں نے اس طرف اشارہ کیا۔ پھر میں اپنی صحیح سالم آنکھ سے رویا۔ اور اس قدر زیادہ رویا کہ جانے والی آنکھ نے بھی اس کی مدد کی اور آنسو بہائے" حضرت عمرؓ نے متمم بن نویرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اللہ زید بن الخطاب پر رحم کرے میں خیال کرتا ہوں کہ اگر میں شعر کہنے پر قادر ہوتا تو ضرور ان پر بھی اسی طرح روتا جس طرح تم اپنے بھائی پر روئے" (طبقات ابن سعد ج سوم ص ۳۲۲)

"ابن عمر سے مروی ہے کہ سعیدؓ بن زیدؓ پر جمعہ کے روز ماتم کیا گیا، میں نماز کی تیاری کر رہا تھا۔ ان کے پاس چلا گیا اور نماز جمعہ ترک کردی" (طبقات ابن سعد ج سوم

ص ۳۲۷)

"حضرت سعدؓ بن معاذ کی شہادت کے وقت ان کی ماں حضورؐ کی موجودگی میں روتے ہوئے نوحہ کہہ رہی تھیں" (طبقات ابن سعد ج چہارم ص ۲۰)

"ام عمارہ سے مروی ہے کہ ہم انصار کی عورتیں سب کی سب عباسؓ (ابن عبدالمطلب) کے جنازہ میں شریک تھیں اور ان پر رونے والوں میں ہم سب سے پہلے تھے۔ ہمارے ساتھ بیعت کرنے والی پہلی مہاجرات بھی تھیں (یعنی اولین و سابقین صحابیات) (طبقات ابن سعد ج چہارم ص ۱۹۱)

"جب امیر معاویہ کے گورنر بسر نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کے دو کمسن بیٹوں کو بے قصور قتل کردیا تو ان کی ماں جویرہ خانہ کعبہ کے گرد بال کھولے چکر لگا رہی تھی اور ایک دردناک مرثیہ کہا (مروج الذہب مسعودی ج سوئم ص ۳۶)

حضور اکرمؐ کے اسوہ حسنہ' اہلبیت' ام المومنین صحابہ و تابعین فقہا' علماء اور صوفیاء کرام کے طریقہ کار اور صدر اول کے مسلمانوں کے طرز عمل نے واضح اور ثابت ہے کہ تعزیہ داری (اظہار غم کے طریقے) مرثیہ گوئی' مرثیہ خوانی اور گریہ دبکا ندہیا" جائز اور مسلمانوں کی روایت ہے۔ امام حسینؑ کی شہادت پر اظہار غم اور تعزیہ داری کی مخالفت ایک مخصوص طبقہ مذہب اور تاریخ سے ناواقف مسلمانوں کو فرضی داستانیں اور وضعی حدیثیں سنا کر صحیح العقیدہ مسلمانوں کے عقائد و نظریات کو منتشر کرکے امویت ناصبیت اور نجدیت کو فروغ دینا چاہتا ہے۔

شہادت امام حسینؑ شہادت رسولؐ ہے

کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت کو محققین اہلسنت نے خود حضور اکرمؐ پیغمبر اسلام کی شہادت تصور کیا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی جیسے شیعہ مخالف عالم نے سر الشہادتین میں فلسفہ شہادت اس طرح بیان کیا ہے۔

"جانئے کہ جو کمالات اور خوبیاں جدا جدا پیغمبروں میں تھیں وہ تمام ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام میں یکجا جمع ہو گئیں۔ چنانچہ حضرت کو خلافت ملی جیسی آدمؑ اور داؤدؑ کو سلطنت ملی جیسے سلیمانؑ کو۔ حسن ملا یوسفؑ کی مانند، خلت نصیب ہوئی ابراہیمؑ کی طرح خدا سے ہم کلام ہوئے حضرت موسیٰؑ کی طرح۔ عابد تھے جیسے یونسؑ شکر گذار تھے جیسے نوحؑ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کمالات آنحضرت کو نصیب ہوئے۔ خدا کی نزدیکی اور شفاعت کبریٰ کا مرتبہ حاصل ہوا۔ کافروں سے جہاد کرنا۔ علم و عرفان کے مراتب علیا۔ قصیے فیصل کرنا۔ منصب اجتہاد اور قرآت وغیرہ سب کچھ نصیب ہوا۔ لیکن آپؐ میں ایک کمال باقی رہ گیا تھا جو حضورؐ کی ذات میں نہ تھا یعنی مرتبہ شہادت جس کے حاصل نہ ہونے کا بظاہر یہ فلسفہ تھا کہ آں حضرتؐ جنگ میں شہید ہو جاتے تو شوکت اسلام ختم ہو جاتی اور دین مین عوام کے نزدیک خلل واقع ہو جاتا اور ناگہانی چپکے چپکے شہادت ہو جاتی تو یہ پوری شہادت ہی نہ ہوتی۔ کیوں کہ مکمل شہادت تو اس چیز کا نام ہے کہ انسان مسافری اور مشقت میں مارا جائے۔ اور گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں۔ اس کی عورتیں اور یتیم بچے قید کر لئے جائیں اور یہ سب مصائب وہ محض خدا کی رضا کے لئے برداشت کرے۔

"لہٰذا خدا کی حکمت سابقہ نے تقاضہ کیا کہ آنحضرتؐ کو یہ کمال آپ کی وفات کے بعد حاصل ہو............ اس کمال شہادت کو آنحضرت سے ملانے پر تو نائب بنایا حسنینؑ کو نانا کے مقام پر ان پر درود اور رحمتیں ہوں اور ان دونوں کو پرتو جمال محمدیؐ کے دو آئینے بنائے۔

"چونکہ شہادت دو قسم پر تھی۔ ایک شہادت پوشیدہ اور دوسری شہادت ظاہری مرتبہ شہادت کو تقسیم کیا۔ پہلی شہادت سبط اکبر امام حسنؑ کے حصہ میں آئی اور دوسری قسم کی شہادت مخصوص ہوئی چھوٹے صاحبزادے حضرت امام حسینؓ کے نام پر کہ جس کی بناء شہرت اور اعلان عام پر رکھی گئی۔ پہلے اس کا ذکر بذریعہ وحی فرشتوں میں ہوا۔ پھر اس کے لئے مکان اور نام۔ زمانہ وغیرہ کا تعین کیا گیا جو ۶۱ء مقرر ہوا۔ پھر اس کا شہرہ بہت ہوا

اور برملا ذکر کیا۔ حضرت امیرؑ نے جنگ صفین سے واپسی پر۔ پھر جب واقعہ شہادت رونما ہوا تو اس کا شہرہ اس طرح ہوا کہ مٹی خون ہو گئی۔ آسماں سے خون برسا۔ آواز غیبی سے مرثیے سنے گئے۔ جنوں کا نوحہ سنا گیا۔ یہاں تک کہ یہ شہادت اس قدر مشہور ہوئی کہ عالم بالا، عالم خاک اور عالم غیب و شہود میں اس کے تذکرے ہونے لگے (ز رسالہ سر الشہادتین ماخوذ از تاریخ اسلام کا تاریک دور ص ۱۰۶ و سر الشہادتین مرتبہ نیر ندیم) "معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت حقیقت میں رسول خداؐ کی شہادت تھی۔ اگر یزید کے خلاف خروج کیا (جیسا کہ ناصبی کہتے ہیں) تو خود رسالتمابؐ نے کیا۔ بقول منکرین اگر (معاذ اللہ) غلطی کی تو خود رسولؐ نے کی اور اگر شریعت کے مطابق یزیدیت کے خلاف جہاد کیا تو خود سرور کائناتؐ نے کیا۔ شاہ عبد الحقؒ محدث دہلوی اپنے رسالہ عقائد تکمیل الایمان ص ۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں "بعضے یزید اور اس کے مددگاروں اور یاروں کی شان میں اتنا غلو اور افراط کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہوا تھا۔ اس کی اطاعت امام حسینؑ پر واجب تھی۔ "نعوذ باللہ من ھذا القول و من ھذا الاعتقاد"۔ یزید پلید حضرت امام حسینؑ کے ہوتے ہوئے کیوں کر امیر ہو سکتا تھا۔ اور مسلمانوں کا اس پر اتفاق کب ہوا۔ اصحاب رضی اللہ عنہم کا گروہ جو اس کے زمانے میں موجود تھا وہ اور ان کی اولادیں سب اس کے منکر اور اس کی اطاعت سے خارج تھے" (بنو امیہ کا تاریک دور ص ۹۸)

مکہ اور بدر احد اور خندق میں سرکار رسالتمابؐ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف حرزہ سرائی اور حملوں پر حملے کرنے والوں کے مداح کور باطن اسلام کو بادشاہی سمجھنے والے بصیرت سے کورے شہادت کیا جانیں۔ کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت اتنی عظیم تھی کہ اس کی یادگار منانا اس کے غم میں سوگوار ہونا۔ ذکر مصائب اہل بیت بیان کرنا۔ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرنا موجب ثواب اور علامت ایمان ہے اسی لیے شیعہ اور سنی اس کی یاد تازہ کرتے رہے ہیں اور مجالس کا انعقاد ہوتا رہا ہے تعزیہ داری کا ایک تسلسل ہے جو جاری و ساری ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز دہلوی بھی جنہوں نے

تحفہ اثنا عشری لکھ کر یہ سمجھا کہ شیعت کے خلاف بند باندھ دیا فتاویٰ عزیزی جلد ا صفحہ ۱۰۴ مطبع مجتبائی پر ایک فتویٰ نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی عزاداری

ترجمہ: لیکن بالفعل جو اس فقیر کا طریقہ ہے وہ لکھتا ہوں اس سے قیاس کرلینا چاہئے سال میں دو مجلس فقیر کے گھر میں منعقد ہوتی ہیں ایک جناب پیغمبرؐ کی وفات کے متعلق اور دوسری شہادت حسنینؑ کے بارے میں روز عاشور سے ایک دو روز پہلے۔ چار سو پانچ سو بلکہ ہزار تک لوگ اکٹھے ہو کر درود پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد جب فقیر آتا ہے اور بیٹھتا ہے۔ ذکر فضائل حسنینؑ کیا جاتا ہے جو حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں نیز اس نہج پر بعض مصائب شدیدہ جو آنحضرت پر گذرے ہیں کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جو معتبر احادیث میں آچکے ہیں۔ اس ضمن میں بعض مراثی جو جن و پری۔ حضرت سلمہؓ و دیگر صحابہ سے سننے میں آئے ہیں۔ اور مشہور خواب ہائے وحشت انگیز جو ابن عباسؓ و دیگر صحابہ نے دیکھے ہیں ذکر کئے جاتے ہیں جو حضور سرور کائناتؐ کی روح مبارک کے حزن و اندوہ کی زیادتی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کے بعد قرآن و رپانچ آیتوں کا نیاز پر ختم دیا جاتا ہے۔ اس اثناء میں اگر کوئی شخص خوش الحان ہو تو وہ سلام اور مشروع مراثی کو پڑھتا ہے۔ جس کی بناء پر اکثر ہوتا ہے کہ حاضرین مجلس اور فقیر میں رقت و بکا شروع ہو جاتا ہے۔ پس یہ طریقہ ہے کہ جو عمل میں آتا ہے۔ اگر یہ چیزیں فقیر کے نزدیک جائز نہ ہوتیں تو ہرگز ان پر اقدام نہ کرتا" (تاریخ اسلام کا تاریک دور ص ۱۰۸)

دیگر علماء فقہا اور صوفیائے کرام کی عزاداری

کتاب وسیلۃ النجات ملا مبین فرنگی محلی کے صفحہ ۳۰۵ مطبوعہ مطبع گلشن فیض لکھنؤ ۱۳۱۲ ہجری میں تحریر ہے کہ "جو شخص امام حسینؑ پر آنسو بہائے یا صرف ایک قطرہ ٹپکے تو خدا

وند عالم اس کو جنت عطا کرے"

علامہ ابوبکر بن شہاب الدین الحضرمی اپنی کتاب رشفۃ الصادی من بحر فضائل نبی النبیؐ الہادی (مطبوعہ مطبع اعلامیہ قاہرہ مصر ۱۳۵۳ ہجری کے صفحہ ۷۴ پر تحریر فرماتے ہیں امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری مصیبت پر آنسو بہائے یا آنکھوں سے ایک قطرہ ٹپکائے خدا اس کو جنت کرامت کرتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد حنبل نے کتاب المناقب میں درج کیا ہے" مرقاۃ شرح مشکواۃ شریف ملا قاری جلد ۵ صفحہ ۶۰۴ (مطبوعہ میمیہ مصر ۱۳۰۹) میں ہے کہ "امام احمد حنبل مناقب میں اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر آنسو بہائے یا ایک قطرہ بھی آنسو کا نکلے تو خداوند عالم اس کو جنت عطا کرے گا"

شیخ الاسلام قسطنطنیہ الشیخ سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ جلد دوم میں ایک خاص باب فضائل گریہ کے متعلق قرار دیتے ہیں۔

نور العین فی مشہد الحسینؑ تالیف امام ابو اسحٰق اسفرائنی صفحہ ۱۰۰ (مطبوعہ بمبئی) پر فضیلت گریہ میں یہ حدیث منقول ہے۔ "امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ ماہ محرم میں جاہلیت کے زمانے میں کفار بھی جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے لیکن (امویوں نے) اس ماہ محرم میں ہمارے خون کو حلال کر دیا۔ ہمارے مال کو لوٹ لیا ہمارے حرمت کو برباد کیا۔ ہماری کوئی حرمت نہیں کی گئی۔ عاشور محرم کو ہمارے قلوب غم سے جلتے ہیں۔ آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ کربلا کی زمین نے کرب و مصیبت کو ہمیں ورثہ میں دیا ہے۔ رونے والوں کو چاہئے کہ حسینؑ پر روئیں اس لئے کہ حسینؑ پر رونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔"

روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی صفحہ ۶۰۵ (مطبوعہ نول کشور پریس کانپور ۱۸۹۱ء) پر بھی امام حسینؑ کے غم میں گریہ کرنے کو خدا کی رضا حاصل کرنے اور جنت میں پہنچنے کا سبب بتایا ہے۔ مودۃ القربیٰ سید علی الہمدانی نے فضائل جناب فاطمۃ الزہرا صفحہ ۳۸ (مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۰ ہجری) میں حضرت علیؑ سے مروی حدیث رسولؐ تحریر کی ہے کہ

"قیامت کے دن فاطمہؑ عرش کے پایہ کو پکڑیں گی اور فریاد کریں گی کہ اے جبار اے عادل میرے اور میرے فرزند حسینؑ کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ کر۔ اس پر خداوند عالم میری بیٹی کے موافق فیصلہ فرمائے گا۔ پھر فاطمہؑ درگاہ رب العزت میں عرض کریں گی۔ خداوندا ان لوگوں کے حق میں جو میرے فرزند حسینؑ کی مصیبت پر روئے تھے میری شفاعت قبول فرما۔ اس وقت خداوندعالم فاطمہؑ کی شفاعت قبول کریگا اور حسینؑ پر گریہ وزاری کرنے والے بخش دیئے جائیں گے"

حضرت مولانا شاہ محمد حسن میاں صاحب ابن حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب حنفی قادری پھلواری نے اپنی مشہور تصنیف "غم حسینؑ" میں تفصیل سے واقعہ کربلا پر گریہ وبکا سے متعلق احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔

ملا مبینؒ لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلہ النجات میں تحریر فرمایا کہ جو آنکھیں امام حسین کو روتی ہیں وہ جنت میں اپنا ٹھکانا کرتی ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جبرئیل امین نے سرور عالمؐ کو امام عالی مقام کی شہادت کی خبردی تھی تو آپؐ ان کی مصیبت کا خیال کرکے روئے تھے اور خوب روئے تھے۔ (تاریخ عزا سبط الحسن)

پاک و ہند کے تمام تر بزرگان اور اولیاء اللہ یوم عاشورہ اظہار غم کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکرؒ عاشور کے دن واقعہ کربلا کا ذکر کرکے ہائے ہائے۔ کرتے اور بے ہوش ہوجاتے تھے۔ مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ قدس اللہ کی یہی حالت تھی جیسا کہ آپ کے ملفوظات "مخ المعانی" سے ظاہر ہے۔ اور حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی قدس اللہ سرہ کی یہ حالت تھی کہ محرم کا چاند دیکھ کر بے قرار ہوجاتے تھے۔ اور گریہ و زاری میں مصروف ہوجاتے تھے۔ اور رسم عاشورہ برپا کرتے تھے۔ (لطایف اشرفی) حضرت شیخ الاسلام مخدوم عبدالحق پنڈوی قدس سرہ کے احوال میں بھی یہی لکھا ہے۔ حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز بھی محرم میں گریہ وبکا میں مصروف رہتے جیسا کہ آپ کے ملفوظات سے ظاہر ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخیار الاخبار میں تحریر

فرماتے ہیں کہ احمد شیبانی قدس سرہ اور دیگر بزرگان کا بھی یہی دستور رہا ہے اور عاشورہ کے دن وہ لوگ کھانا سادات کے گھر لیجاتے تھے اور گریہ وزاری کرتے تھے۔ نیز شیخ نے تحریر فرمایا کہ "ہمارے دیار (دہلی) میں یہ قدیم دستور ہے کہ عورتیں بروز عاشور مجتمع ہو کر گھروں میں گریہ و زاری کرتی ہیں۔ سندھ میں قدم قدم پر اور حضرت عبداللطیف شاہ بھٹائی اور حضرت لال شہباز قلندرؒ کے مزارات پر حضرت عباس کا علم صوفیائے کرام اور قلندروں کی روایت عزاداری کا مظہر ہیں۔

اسی طرح بے شمار علماء مشائخ اور صوفیائے کرام کی تحریروں اور ملفوظات سے واضح ہے کہ تعزیہ داری بلا تفریق شیعہ و سنی مسلمانوں کا مشترکہ اجتماعی اور روایتی فریضہ ہے البتہ غم حسینؑ کے اظہار کے طریقہ مختلف رہے ہیں اور ہیں تعزیہ داری کے انداز اور اسالیب بھی وقت کے تقاضوں۔ تاریخی۔ جغرافیائی۔ سماجی۔ معاشرتی اور علاقائی اثرات نیز انسان کی ترقی و تغیر پذیر طبیعت اور فطرت کے تحت بدلتے رہے ہیں لیکن پنج وقتہ نمازوں میں حضور اکرمؐ اور ان کی آل اطہار پر درود پڑھنے والے وہ کون مسلمان ہو سکتے ہیں جو آل رسولؐ کی مظلومیت۔ شہادت اور خاندان نبیؐ کی بربادی اور اسیری پر اظہار رنج و الم نہ کریں نیز بقول حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ اور علامہ اقبال مرحوم امام حسینؓ بنائے لا الٰہ ہیں اس لئے عزاداری ضمانت ہے بقائے لا الٰہ کی۔ اور اس کی مخالفت اسلام، رسولؐ اسلام اور ان کی آل اطہار کی دشمنی کے مترادف ہے۔

تعزیہ داری کے خلاف پروپگنڈہ کے نتائج

تعزیہ داری کے خلاف پروپگنڈہ۔ بدعت بدعت کی رٹ اور کفر کے فتوؤں کے نتائج ملک و ملت کے لئے بڑے بھیانک ہو سکتے ہیں۔ کانگرسی مسلمانوں اور نیشنلسٹ علماء کی مخالفت کے باوجود ہندوؤں اور سکھوں کی مستقل بالادستی اور چیرہ دستیوں سے محفوظ رہنے کے لئے جو مامن پاکستان کی شکل میں تلاش کیا گیا ہے اس میں مخالفین پاکستان علماء کی

باقیات کے ایک مخصوص گروہ کی کفر سازی مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ کو ختم ہونا چاہیے۔ اس آزاد مملکت میں جس کے قیام میں تعزیہ دار شیعہ اور سنی مسلمان پیش پیش تھے ہر شخص کو مذہبی آزدی حاصل ہے کہ وہ بلا روک ٹوک اپنی مذہبی رسومات بجالائے۔ تعزیہ داری کی مخالفت کا نہ کوئی مذہبی جواز ہے نہ اخلاقی اور نہ قانونی۔ پاکستان کے قیام میں روڑے اٹکانے والوں کو کیا حق ہے کہ وہ ہر قسم کا بے بنیاد پروپگنڈہ کریں جس سے دل آزاری ہو اور عوام مشتعل ہو کر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جائیں اور نتیجہ میں وہ دن دیکھنے نصیب ہوں جو اکثر اس قسم کی منا قشوں اور مناقشوں کے نتیجہ میں دیکھے جاچکے ہیں

بجا ارشاد فرمایا اس ملک کے معروف مفکر اور دانشور ارشاد احمد حقانی صاحب نے کہ "فرقہ واریت کے مقاصد اور خطرناک مضمرات کا تذکرہ ارباب نظر کئی سال سے کرتے رہے ہیں لیکن حکمرانوں کی سیاسی مصلحتوں نے اصلاحی اور انسدادی اقدامات کی اہمیت محسوس نہ کرنے دی اور یہ زہر اندر اندر جسد قومی میں سرایت کرتا گیا۔ یہ پاگل پن سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔ اصل میں ہمارے فہم اسلام اور تصور مذہب میں بنیادی خرابی در آچکی ہے اور جب تک ہم اسکی اصلاح اور اسکا انسداد نہیں کرتے مذہبی فرقہ واریت ہمیں مزید ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا باعث بنی رہے گی.......... اہل پاکستان کو اپنے فہم اسلام اور تصور دین پر ایک گہری ناقدانہ نظر ڈالنی چاہیے ورنہ اندیشہ ہے کہ ہم اپنی قومی وحدت کی بنیادیں اس طرح کھودتے کھودتے اس ملک کو تباہ کردیں گے" (روزنامہ جنگ ۳۰ جون ۱۹۹۲ء)۔

پاکستان ایک نعمت ہے جس سے مخالف و موافق سب فیض یاب ہو رہے ہیں خدا اسے مذہبی فرقہ واریت کے نام پر سیاسی دکان چمکانے والے عاقبت نااندیشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

خاکپائے شہدائے کربلا
سید محمود الحسن رضوی

بخاری شریف میں گریہ وماتم اور مرثیے کا تذکرہ

حضرت ابراہیمؑ کی موت پر رسولؐ اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے
(بخاری جلد ا باب ۸۲۶ حدیث ۱۲۱۹ ص ۴۹۵ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

نبی اکرمؐ نے سعد بن خولہ کے لیے مرثیہ کہا
(بخاری جلد ا باب ۸۱۹ حدیث ۱۲۱۲ ص ۴۹۲ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

اللہ مومن کے گھر والوں کے رونے کے سبب مردہ کو عذاب نہیں دیتا
(بخاری جلد ا باب ۸۱۵ حدیث ۱۲۰۵ ص ۴۹۰ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

آنحضرتؐ رونے سے منع نہیں کرتے تھے
(بخاری جلد ا باب ۷۸۶ حدیث ۱۱۶۶ ص ۴۷۸ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ رونا رحمت ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے
(بخاری جلد ا باب ۸۱۵ حدیث ۱۲۰۳ ص ۴۹۸ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

ختمی مرتبتؐ کی موجودگی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ جب جنگ احد میں اپنے والد کی شہادت پر روئے تو سرکار دو عالمؐ نے منع نہیں کیا
(بخاری جلد ۲ باب ۴۹۴ حدیث ۱۲۴۹ ص ۵۵۰ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

آنحضرت کی وفات پر حضرت فاطمہ صلواۃ اللہ علیہ کی گریہ وزاری بخاری جلد ۲ باب ۵۵۰ حدیث ۱۸۵۰ صفحہ ۷۰۵ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب

گزارش

کچھ عرصہ سے ایک گروہ سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے مقدس نام اور ناموس صحابہ کے جذباتی نعرہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے عقائد اور روایات کو متاثر کرکے اختلاف بین المسلمین کی تخم ریزی کر رہا ہے اور "ملک عضوض (Tyrant Kingdo n) انقلاب معکوس بلکہ جاہلی انقلاب کے بانیوں اور شاہان بنی ا یہ" (تجدید و احیائے دین۔ مولانا مودودی ص۳۶ اور ۵۶) کو اسلام کے اکابر کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اور چونکہ تعزیہ داری سے ان کے سیاہ کارناموں کا علم ہوتا ہے لہٰذا مراسم عزا کی مخالفت میں شدت اختیار کی جارہی ہے۔ جو ملک دُ ت کے لئے نقصان دہ ہے۔ لہٰذا محبان اہل بیت طاہرین و اصحاب منتجبین سے گزارش ہے کہ وہ اس کتابچہ کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کریں تاکہ تاریخ و واقعات سے ناواقف مسلمانوں کی غلط فہمیاں دور ہوسکیں اور اگر مستند حوالوں کی تصدیق کے باوجود طلقاء مکہ کے حامی اور مداح اپنے ممدوحین کو صحابی، عادل اور ستاروں کی مانند لائق تقلید سمجھتے ہیں تو سمجھنے دیں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ دنیا میں لاتعداد افراد، خدا، انبیاء و مرسلین کو نہیں مانتے۔ اکثر پتھروں کی پرستش کرتے ہیں۔ کسی کو کسی کے مذہبی عقیدہ پر اعتراض کیوں ہو۔ "دین میں جبر نہیں" تاہم چونکہ وہ خود کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ملوکیت کے وسائل سے فیض یاب ہوتے ہوئے اپنے انداز میں اسلام کو پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کا نفاذ بھی چاہتے ہیں۔ اس لئے ان سے درخواست کی جائے کہ اگر وہ اپنے ممدوحین کو ناجی سمجھتے ہیں تو صمیم قلب سے بارگاہ رب العزت میں دعا کیا کریں کہ روز محشر ان کا حشر ان کے ممدوحین کے ساتھ ہو اور متبعین آل اطہارؑ و اصحاب ابرارؓ دعا کریں کہ ان کا حشر ان کے ممدوحین کے ساتھ ہو۔

محمود رضوی

جون ۱۹۹۳ء